ہفت روزہ

خدام الدین لاہور

بیادگار
شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رح
شیرانوالہ دروازہ لاہور

۲۷ صفر المظفر ۱۳۸۶ھ
۱۷ جون ۱۹۶۶ء

یکے از مطبوعات انجمن خدام الدین ۔ لاہور

ہدیہ ۲۵ پیسے

احادیث الرسول ﷺ

عَنْ أُمِّ الْمُؤْمِنِيْنَ أُمِّ حَبِيْبَةَ رَمْلَةَ بِنْتِ أَبِيْ سُفْيَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَتْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ: "مَا مِنْ عَبْدٍ مُسْلِمٍ يُصَلِّيْ لِلّٰهِ تَعَالٰى فِيْ كُلِّ يَوْمٍ ثِنْتَيْ عَشْرَةَ رَكْعَةً تَطَوُّعًا غَيْرَ الْفَرِيْضَةِ إِلَّا بَنَى اللّٰهُ لَهُ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ، أَوْ إِلَّا بُنِيَ لَهُ بَيْتٌ فِي الْجَنَّةِ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

ترجمہ: حضرت ام المومنین ام حبیبہ رملہ بنت ابوسفیان رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا کہ آپ فرما رہے تھے۔ کہ نہیں کوئی مسلمان جو کہ نماز پڑھے خالص خدا کے کے لئے روزانہ بارہ رکعتیں نفل سوائے فرض کے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ بناتا ہے اس کے واسطے جنت میں ایک گھر۔ یا یہ الفاظ ہیں کہ بنایا جاتا ہے جنت میں اس کے لئے ایک گھر۔ (مسلم)

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ لَا يَدَعُ أَرْبَعًا قَبْلَ الظُّهْرِ وَرَكْعَتَيْنِ قَبْلَ الْغَدَاةِ: رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر سے پہلے چار رکعتیں اور صبح سے پہلے دو رکعت (کبھی) نہیں چھوڑیں۔ (بخاری)

وَعَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "رَكْعَتَا الْفَجْرِ خَيْرٌ مِّنَ الدُّنْيَا وَمَا فِيْهَا، رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَهُ "أَحَبُّ إِلَيَّ مِنَ الدُّنْيَا جَمِيْعًا"

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل فرماتی ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ فجر کی دو (سنت) رکعت دنیا اور جو کچھ دنیا میں ہے (سب سے) بہتر ہیں (مسلم) اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا یہ دونوں رکعت مجھے دنیا بھر سے پیاری ہیں۔

عَنْ حَفْصَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا أَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ لِلصُّبْحِ وَبَدَا الصُّبْحُ صَلَّى رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ۔ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ۔ وَفِيْ رِوَايَةٍ لِمُسْلِمٍ: كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا طَلَعَ الْفَجْرُ لَا يُصَلِّيْ إِلَّا رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ۔

ترجمہ: حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ فرماتی ہیں کہ جب مؤذن اذان دے چکتا اور صبح نکل آتی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم (سنت فجر کی) دو ہلکی رکعتیں پڑھ لیتے تھے (بخاری اور مسلم) اور مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ جب صبح روشن ہو جاتی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو ہلکی رکعتوں کے علاوہ (سنن میں سے) اور کچھ نہیں پڑھتے تھے۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا صَلَّى رَكْعَتَيِ الْفَجْرِ اضْطَجَعَ عَلٰى شِقِّهِ الْأَيْمَنِ، رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ۔

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ بیان فرماتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب صبح کی سنتیں پڑھ لیتے تو اپنے دائیں پہلو پر لیٹ جاتے تھے۔ (بخاری شریف)

وَعَنْهَا قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ فِيْمَا بَيْنَ أَنْ يَفْرُغَ مِنْ صَلٰوةِ الْعِشَاءِ إِلَى الْفَجْرِ إِحْدٰى عَشْرَةَ رَكْعَةً يُسَلِّمُ بَيْنَ كُلِّ رَكْعَتَيْنِ وَيُوْتِرُ بِوَاحِدَةٍ، فَإِذَا سَكَتَ الْمُؤَذِّنُ مِنْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَتَبَيَّنَ لَهُ الْفَجْرُ وَجَاءَهُ الْمُؤَذِّنُ قَامَ فَرَكَعَ رَكْعَتَيْنِ خَفِيْفَتَيْنِ ثُمَّ اضْطَجَعَ عَلٰى شِقِّهِ الْأَيْمَنِ هٰكَذَا حَتّٰى يَأْتِيَهُ الْمُؤَذِّنُ لِلْإِقَامَةِ، رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشاء کی نماز سے فارغ ہو کر صبح کی نماز تک گیارہ رکعتیں پڑھتے تھے اور ہر دوگانہ پر سلام پھیرتے تھے اور ایک رکعت کے ذریعے سے (ان سب کو) وتر بناتے تھے۔ پھر جب مؤذن فجر کی اذان دے کر خاموش ہو جاتا اور فجر ظاہر ہو جاتی اور مؤذن (نماز کی اطلاع دینے کے لئے) آ جاتا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اٹھ کر دو رکعتیں ہلکی پڑھ لیتے تھے اور پڑھنے کے بعد دائیں کروٹ لیٹ جاتے تھے۔ یہاں تک کہ مؤذن اقامت نماز کی اطلاع دینے آ جاتا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز پڑھانے تشریف لے جاتے۔ (مسلم)

وَعَنْهَا قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ فِيْ بَيْتِيْ قَبْلَ الظُّهْرِ أَرْبَعًا، ثُمَّ يَخْرُجُ فَيُصَلِّيْ بِالنَّاسِ، ثُمَّ يَدْخُلُ فَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ، وَكَانَ يُصَلِّيْ بِالنَّاسِ الْمَغْرِبَ، ثُمَّ يَدْخُلُ بَيْتِيْ فَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ وَيُصَلِّيْ بِالنَّاسِ الْعِشَاءَ، وَيَدْخُلُ بَيْتِيْ فَيُصَلِّيْ رَكْعَتَيْنِ۔ رَوَاهُ مُسْلِمٌ۔

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے گھر میں ظہر سے پہلے چار رکعت (سنت) پڑھتے تھے۔ پھر باہر تشریف لے جاتے۔ اور لوگوں کو نماز پڑھاتے۔ پھر اندر تشریف لاتے۔ پھر دو رکعتیں پڑھتے۔ اور آپ

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایڈیٹر
مناظر حسین نظر
ٹیلیفون
۶۷۵۴۵

ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور

سالانہ
گیارہ روپے
ششماہی
چھ روپے

جلد ۱۲ | ۲۷ صفر المظفر ۱۳۸۶ھ بمطابق ۱۷ جون ۱۹۶۶ء | شمارہ ۵

مستحسن فیصلہ

حکومت مغربی پاکستان نے لڑکیوں کے تمام کالجوں اور اسکولوں میں ناچ اور میوزک سکھانے کی جماعتوں پر پابندی عائد کر دی ہے۔ نیز اس پابندی کے تحت طالبات کسی ایسے پروگرام میں بھی رقص نہ کر سکیں گی۔ جس میں صرف طالبات ہوں جس کا معنیٰ یہ ہوا کہ تمام درسگاہوں میں لڑکیوں کے لئے ہر قسم کے رقص کو قانوناً ممنوع قرار دے دیا گیا ہے۔ صوبائی وزیر قانون و اطلاعات جناب غلام نبی میمن نے مغربی پاکستان اسمبلی میں اس فیصلے کا اعلان کرتے ہوئے یہ بھی کہا کہ اس فیصلے کے تحت طالبات کو رقص کے علاوہ چست اور نیم عریاں پوشاک پہننے کی بھی ممانعت کر دی گئی ہے۔ لڑکیاں کھیلوں کے دوران بھی کوئی ایسا غیر شائستہ لباس نہ پہن سکیں گی جس سے جسم کے مختلف حصے عریاں یا نمایاں ہوتے ہوں —— علاوہ ازیں مردوں اور عورتوں کے مخلوط اجتماعات میں بھی طالبات ڈرامے اور ثقافتی پروگرام پیش نہ کر سکیں گی۔ اور جہاں مخلوط تعلیم رائج ہے وہاں طلباء و طالبات کو ایک ساتھ ڈراموں میں حصہ لینے کی اجازت نہ ہوگی۔ اس کے ساتھ ہی حکومت نے زنانہ اداروں کی تقریبات کی تصاویر اتارنے کی بھی ممانعت کر دی ہے اور فیصلہ کیا ہے کہ اب پریس فوٹوگرافروں کو ایسی تصاویر اتارنے کی ہرگز اجازت نہیں ہوگی۔ اور نہ ہی لڑکیوں کی درسگاہوں کے منتظمین فوٹوگرافروں کو اپنے پروگراموں میں شریک ہونے اور لڑکیوں کے فوٹو لینے کے لئے مدعو کر سکیں گے۔

ہمارے نزدیک حکومت مغربی پاکستان کا یہ فیصلہ نہایت قابل قدر اور قومی و ملی جذبات و احساسات کا آئینہ دار ہے۔ جمعیتہ علمائے اسلام اور ملک کے باشندوں کی واضح اکثریت ایک عرصے سے پُرزور مطالبہ کر رہی تھی کہ حکومت کو ان تمام راستوں کو یکسر مسدود کر دینا چاہیئے۔ جن سے بے دینی، بے حیائی، عریانی اور بے غیرتی پھیلتی ہے۔ اور معاشرے کو گھُن کی طرح کھائے چلی جا رہی ہے —— حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی ناظم جمعیتہ علماء اسلام نے صوبائی اسمبلی اور قائد جمعیتہ مولانا مفتی محمود نے قومی اسمبلی کی رکنیت کے دوران اکثر و بیشتر مختلف مفاسد و منکرات کے خلاف اپنی آوازیں بلند کیں۔ اور حکومت کو ان کے قلع قمع کرنے کے بیش قیمت مشورے دئیے تھے۔ اور آج بحمد اللہ تعالےٰ یہ فیصلہ اُسی آوازۂ حق اور عوامی مطالبے کی صدائے بازگشت ہے —— ہمیں یقین ہے کہ حکومت مغربی پاکستان کے اس فیصلے کا انتہائی گرمجوشی کے ساتھ اور ملک گیر خیر مقدم کیا جائے گا —— ہو سکتا ہے کہ معدودے چند ترقی پسند، نام نہاد روشن خیال اور ثقافت گزیدہ عناصر اس فیصلے پر ناک بھوں چڑھائیں لیکن عوام کی پچانوے فیصد اکثریت بلاشبہ اس فیصلے پر دلی خوشی اور اطمینان کا اظہار کرے گی —— ہر ذی شعور جانتا ہے کہ ثقافت کے گمراہ کن نام پر بے غیرتی کی حرکات اور غیر شائستہ اور عریاں پوشاکیں جو نہ صرف اسلامی عقائد و نظریات کے خلاف ہیں۔ بلکہ شرم و حیا کی مشرقی روایات کے بھی منافی ہیں یے انتہا قابل نفرین ہیں اور ان سے جس قدر جلد چھٹکارا ہو جائے اسی قدر ملک و ملت کے لئے بہتر ہے —— لیکن ہمارے ارباب اقتدار کو اس جانب توجہ دینے کی فرصت نہ جانے کیوں میسّر نہیں آتی اور اگر توجہ کرتے ہیں تو اس پر عمل درآمد نہیں ہوتا —— اخبار بیں حضرات کو یاد ہوگا کہ تقریباً تین برس پہلے مغربی پاکستان کی وزیر بیگم محمودہ سلیم نے لڑکیوں کی درسگاہوں میں نام نہاد ثقافتی پروگراموں کو بند کرنے کا مژدۂ جانفزا سنایا تھا لیکن درسگاہوں کے منتظمین کی سرکشی اور ارباب اختیار کی غفلت کے باعث اس پر عمل درآمد نہ ہو سکا۔ ہمیں امید ہے کہ اب اس غفلت کا اعادہ نہیں ہوگا۔ کیونکہ یہ فیصلہ صوبے کے مضبوط گورنر اور اپنے نظریات میں سخت گیر شخصیت کی صدارت میں ہوا ہے۔ چنانچہ توقع رکھنی چاہیئے کہ اساتذہ اور معلمات بھی ان پابندیوں کو ملحوظ رکھیں گے اور ان سے راہِ فرار کے چور دروازے اختیار کرنے میں کسی ناقابلِ رشک ذہانت کا مظاہرہ نہیں کریں گے۔

ہم خدام الدین کے انہی کالموں میں بارہا یاد کہہ چکے ہیں کہ پاکستان دنیا کا سب سے بڑا مسلمان ملک ہے۔ یہ اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا ہے اور لاکھوں مسلمانوں نے محض اس نکتۂ نظر سے کہ "پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الٰہ الا اللہ" اس کو اپنے خون سے دنیا کے نقشے پر نمودار کیا ہے چنانچہ ہمیں یہ بات ہرگز نہ بھولنی چاہیئے کہ ہم نے پاکستان حاصل کرتے وقت اس سرزمین کے ایک ایک ذرّے کو گواہ کر کے عہد کیا تھا کہ ہم اس مملکت خداداد کو ایک مثالی اسلامی خطہ بنائیں گے۔ جس میں کتاب و سنت کے نغمے گونجیں گے اور جس کی فضائیں خلافتِ راشدہ کے ایمان افروز اور روح پرور نظاروں کی یاد تازہ کریں گی۔ لیکن افسوس ہم اب تک یہ عہد پورا نہیں کر سکے —— غیر اسلامی قوانین ابھی تک بدستور جاری ہیں، اسلامی اقدار و روایات کے قطعی منافی شرمناک حرکات روز افزوں ہیں۔ اور بے دینی دین کے نام پر رواج پا رہی

مجلس ذکر

اپنی زندگی اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری میں صرف کیجئے

حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب مدظلہ

الحمد للہ وکفیٰ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ : امّا بعد : فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم :
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم :-

بزرگانِ محترم! سلسلہ عالیہ قادریہ میں ذکرِ خفی اور ذکرِ جہر دونوں کا معمول ہے۔ ذکرِ جہر مغرب کی نماز کے بعد سے لے کر طلوعِ فجر تک کسی بھی وقت کیا جا سکتا ہے۔ اور ذکرِ خفی کے لئے کوئی قید نہیں یہ ہر گھڑی اور ہر مقام پر چلتے پھرتے، سوتے جاگتے، اٹھتے بیٹھتے جاری رہنا چاہیئے۔ ہمارے اکابر کی جگہوں پہ مجلس ذکر ہوتی ہے۔ بعض جگہ مغرب کی نماز کے بعد، بعض جگہ عشاء کے بعد اور بعض جگہ تہجد کے بعد حلقۂ ذکر ہوتا ہے اور بعض مقامات ایسے بھی ہیں جہاں مغرب اور عشاء کے بعد اور سحری کے وقت دو مرتبہ حلقۂ ذکر ہو جاتا ہے۔ بہرحال اللہ تعالیٰ جس کو جتنی توفیق دے وہ اس کا فضل اور انعام ہے ؎

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

ذکرِ خفی سے تو انسان کو کسی وقت بھی غافل نہ ہونا چاہیئے۔ لطائف ستّہ قلبی، روحی، سری، نفسی، خفی اور اخفیٰ پہ ذکر، پاس انفاس، ذکرِ ارّہ، صفات سبعہ کے مراقبے، سلطان الاذکار، نفی اثبات اور دوسرے اذکار ہر روز جاری رہنے چاہیئں۔ اور ذکر قلبی اور پاس انفاس سے تو کسی لمحہ بھی غفلت نہ برتنی چاہیئے۔ پھر انشاء اللہ ایک وقت ایسا آ جاتا ہے کہ انسان سویا ہوا ہوتا ہے مگر ذکر جاری رہتا ہے۔ اور وہ "ہوش در دم" کی عملی تصویر بن جاتا ہے۔

محترم حضرات! ہمیں اپنی ساری زندگی دین کے لئے وقف رکھنی چاہیئے۔ ہم اللہ تعالےٰ کے دین کے سپاہی اور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام ہیں۔ ہماری زندگی کے شب و روز، ہماری حیات ناپائدار کے تمام لمحات اور ہمارا ایک ایک سانس حکمِ خداوندی اور سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق صرف ہونے چاہیئں۔ اگر ہم نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی۔ آپؐ کے نقشِ قدم پر چلے اور آپؐ کی زندگی کے ہر ہر گوشے اور پہلو کو مشعلِ راہ بنایا تو انشاء اللہ ہم اللہ تعالےٰ کے محبوب بندے بن جائیں گے۔ اللہ تعالےٰ ہم پر راضی ہو جائے گا اور ہمیں اپنی مرضیات سے نوازے گا۔ خود ارشادِ باری ہے :-

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ — یعنی اے میرے پیارے حبیبؐ! لوگوں سے کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو اللہ تعالےٰ تم سے محبت کرنے لگے گا۔

یہ آیت مبارکہ صاف طور پر اعلان کر رہی ہے کہ جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کرے گا، وہ اللہ کا محبوب بندہ بن جائے گا —

پس ہمارے لئے لازم ہے کہ ہم اللہ تعالےٰ کے حبیب جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق میں سرشار ہو کر ہمہ وقت یادِ الٰہی میں مشغول رہیں اور ہمارا کوئی قول و فعل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے خلاف نہ ہو۔ ہمیں اللہ تعالےٰ کے رسول جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے اتنی محبت ہونی چاہیئے۔ کہ ہم اپنی ہر چیز، مال و متاع، اولاد حتیٰ کہ جان بھی قربان کرنے کے لئے تیار رہیں — اللہ تعالےٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی اور کھری محبت عطا فرمائے۔

یاد رکھیئے! شریعت ہر اعتبار اور ہر پہلو سے مکمل ہے۔ اس کا کوئی گوشہ تشنۂ تکمیل نہیں۔ اس میں زندگی کے ہر گوشے کے لئے کامل رہنمائی اور نجات کا مکمل پروگرام موجود ہے۔ اللہ تعالےٰ نے دین کو مکمل کر دیا ہے اپنی نعمتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کی امت پر تمام کر دی ہیں۔ اور اس امت کو رضائے الٰہی کا سرٹیفکیٹ عطا فرما دیا ہے :-

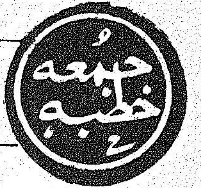
اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ط

(پ ۶ - سورۂ مائدہ - آیت ۳)

مسلمانوں سے ارشاد ہو رہا ہے میں نے آج کے دن تمہارا دین مکمل کر دیا ہے۔ اپنی پوری نعمتیں تم پر تمام کر دی ہیں۔ تمہارا دین اسلام ہے۔ اور اس میں تمہاری ہر مشکل کا حل اور ہر موقع کے مناسب ہدایت موجود ہے۔

ہمیں مسلمان ہونے کی حیثیت سے

(باقی صفحہ ۶ پر)



۲۰ ر صفر المظفر ۱۳۸۶ھ بطابق ۱۰ ر جون ۱۹۶۶ء

ایمان کی چند نشانیاں

مولانا عبید اللہ انور مدظلہم العالی

الحمد للہ وکفیٰ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ : امّابعد :
فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم : بسم اللہ الرحمٰن الرحیم :۔

فَمَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ اَنْ یَّھْدِیَہٗ یَشْرَحْ صَدْرَہٗ لِلْاِسْلَامِ ج
(پارہ ۸ - رکوع ۲ - آیت ۱۲۵)

ترجمہ : سو جسے اللہ چاہتا ہے کہ ہدایت دے تو اس کے سینے کو اسلام کے قبول کرنے کے لئے کھول دیتا ہے۔

ارشادِ نبوی ؐ

عَنْ اِبْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ تَلَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَمَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ اَنْ یَّھْدِیَہٗ یَشْرَحْ صَدْرَہٗ لِلْاِسْلَامِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ النُّوْرَ اِذَا دَخَلَ الصَّدْرَ انْفَسَحَ فَقِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ ھَلْ لِتِلْکَ مِنْ عَلَمٍ یُّعْرَفُ بِہٖ قَالَ نَعَمْ اَلتَّجَافِیْ عَنْ دَارِ الْغُرُوْرِ وَالْاِنَابَۃُ اِلٰی دَارِ الْخُلُوْدِ وَالْاِسْتِعْدَادُ لِلْمَوْتِ قَبْلَ نُزُوْلِہٖ ۔ (شعب الایمان)

ترجمہ : ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے یہ آیت تلاوت فرمائی فمن یرد اللہ ... الخ یعنی جس کے متعلق اللہ تعالیٰ خیر کا ارادہ کرتا ہے اس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیتا ہے ۔ پھر اس کی یہ تفسیر فرمائی ۔ کہ نورِ ایمانی جب مسلمان کے سینہ میں داخل ہو جاتا ہے تو وہ پھیلنا شروع ہوتا ہے آپ سے پوچھا گیا ۔ یا رسول اللہ ! اس کی کوئی علامت بھی ہے جس سے یہ بات معلوم ہو سکے ؟ فرمایا ۔ " ہے ! دنیا سے جو دھوکہ کی ٹٹی ہے ، بیزاری ۔۔۔ آخرت کی طرف (جو دائمی اور ہمیشہ ہمیشہ رہنے کی جگہ ہے) توجہ ۔۔۔ اور موت سے پہلے مرنے کے لئے تیار ہو جانا "۔

حاصل

یہ نکلا کہ جب احکام اسلامیہ کے لئے قلب میں کشادگی پیدا ہو جاتی ہے تو مومن کو ایک نور عطا کیا جاتا ہے جس کی تین علامتیں ہیں :
۱ - مومن دنیا سے دل برداشتہ ہو جاتا ہے ۔ (۲) آخرت کی طرف اس کا دھیان لگ جاتا ہے (۳) اور وہ موت سے پہلے مرنے کی تیاری کرتا رہتا ہے ۔

بزرگان محترم ! دنیا اور آخرت دو متضاد مقصد ہیں ۔ حدیث شریف میں ان کو دو سوکنوں سے تشبیہ دی گئی ہے کہ اگر ان میں سے ایک خوش ہو تو دوسری اس سے ناراض ہو جاتی ہے ۔۔۔

ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ بھی اس سلسلے میں سندھی کا ایک مقولہ اکثر ارشاد فرمایا کرتے تھے ۔ وہ فرماتے تھے " دین تے دنیا دونوں سکیاں بھینیاں اک سے نکاح ناجائز " یعنی دین اور دنیا دونوں سگی بہنیں ہیں اور جس طرح دونوں بہنیں بیک وقت ایک شخص کے نکاح میں شرعاً نہیں رہ سکتیں اسی طرح دین اور دنیا کی محبت بھی بیک وقت ایک دل میں جمع نہیں ہو سکتی ۔ ایک ہی وقت میں ان دونوں سے نباہ ناممکن ہے ۔ چنانچہ ان دو بہنوں میں سے ایک کی طرف میلان کے لئے دوسری سے کشیدگی اختیار کرنی پڑیگی ۔

پس دارِ غرور یعنی دنیا سے بیزاری اور انابۃ الی اللہ یعنی ہمیشگی کے گھر کی طرف رجوع درحقیقت ایک ہی حقیقت کے دو عنوان ہیں اور اس کے لئے موت کی تیاری کرنا لازم ہے ۔

اے برادرانِ عزیز ! ہر وقت سوچا کیجئے کہ یہ حالت تم میں پیدا ہوئی ہے یا نہیں ۔۔۔ اگر یہ کیفیت نہیں پیدا ہوئی تو اس کو پیدا کرنے کی کوشش کیجئے ۔۔۔ اللہ والوں کی صحبت میں یہ رنگ پیدا ہو جاتا کہ موت یاد رہتی ہے اور اس کے لئے تیاری بھی شروع ہو جاتی ہے ۔ ورنہ عام طور پر موت یاد ہی نہیں رہتی ۔

یاد رکھیئے ! اللہ والوں کی صحبت میں جب انسان پر رنگ چڑھنے لگتا ہے تو اس کی برکت سے انسان کی طبیعت دنیا سے ہٹنے لگتی ہے اور اس کی دل بستگی دنیا سے نہیں رہتی ۔ اس کی حالت بالکل اس مسافر کی طرح ہو جاتی ہے جس کو سفر میں آرام میسّر نہ آئے اور اس کا جی گھر پہنچنے کے لئے بیقرار ہو تاکہ تکلیف سے نجات پائے اور ہر ممکن آرام مل سکے ۔

اللہ کے مقبول بندے ہمیشہ یہی چاہتے ہیں کہ دنیا کی زندگی جلد ختم ہو اور وہ جنت میں محبوبِ حقیقی سے وصال کے مزے لوٹیں ۔

ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ اس دنیا کو دارالغرور اس لئے فرمایا گیا ہے کہ یہاں کی ہر چیز بے وفا ہے ۔ بیوی ، بچے اور دنیوی ساز و سامان یہ سب جی بہلاوے کے سامان اور کھلونے ہیں ۔ ؏

کھلونے دے کے بہلایا گیا ہوں

اللہ تعالیٰ جل شانہٗ نے یہ سب کچھ خود ہی عطا فرمایا اور پھر چاہتے ہیں کہ ان میں دل بستگی نہ ہو ؎

درمیانِ قعرِ دریا تختہ بندم کردۂ
باز می گوئی کہ دامن ترمکن ہشیار باش

جان لیجئے ! کہ یہ سب کھلونے آخرت سے دور ہٹانے کے لئے ہیں ۔

کھلونوں سے تعلق

قولہ تعالیٰ :۔
زُیِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّھَوٰتِ

مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ؕ ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ۝

(پ ۳ - سورۃ آلِ عمران آیت ۱۴)

ترجمہ: لوگوں کو مرغوب چیزوں کی محبت نے فریفتہ کیا ہُوا ہے۔ جیسے عورتیں اور بیٹے اور سونے اور چاندی کے جمع کئے ہوئے خزانے اور نشان کئے ہوئے گھوڑے اور مویشی اور کھیتی۔ یہ دنیا کی زندگی کا فائدہ ہے۔ اور اللہ کے پاس اچھا ٹھکانا ہے۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ جلشانہٗ نے کھلونوں کا ذکر کیا۔ اور فرمایا ہے کہ بعض دنیاوی اشیاء میں انسان کے لئے طبعی طور پر کشش ڈال دی گئی۔ یہ چیزیں اسے بہت پسندیدہ ہیں۔ لیکن اکثر لوگ حد سے زیادہ ان کی محبت میں گرفتار ہو جاتے ہیں اور خدا کو بھول جاتے ہیں۔ ان چیزوں کو عزیز رکھنا بذاتِ خود گناہ نہیں — دنیاوی زندگی گزارنے کے لئے یہ ناگزیر ہیں۔ ان سے فائدہ اٹھانا بُرا نہیں لیکن احتیاط لازم ہے کہ ان کی طرف رجحان یا رغبت ضرورت سے زیادہ نہ ہو جائے کیونکہ اس طرح انسان ان میں غرق ہو جائے گا۔ اور آہستہ آہستہ انہیں مقصدِ حیات سمجھ کر اپنی اصلی منزل کو بھول جائے گا۔ اس طرح وہ راہ سے بہت دُور بھٹک جائے گا۔

پس یاد رکھنا چاہیئے کہ ان چیزوں کی حیثیت کھلونوں سے زیادہ نہیں۔ یہ دل بہلاوے کے فانی سامان ہیں۔ صِرف دنیا میں کام آنے والے ہیں۔ دنیا سے اٹھتے ہی ان کے ساتھ تعلق ٹوٹ جائے گا۔ اس لئے ان کو ان کی صحیح جگہ پر رکھتے ہوئے آخرت کا سامان کریں۔ اصل ٹھکانا وہی ہے۔ اور بقاء بھی اسی زندگی کو ہے۔

آخرت کی تیاری

حضرت رحمۃ اللہ علیہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ قبر میں جائیں گے تو پتہ چلے گا کہ بیوی، بچے، جائداد اور گھر کا ساز و سامان جو بے حد محبوب تھا کچھ بھی ساتھ نہیں آیا۔ تب معلوم ہوگا کہ یہ

بقیہ: مجلس ذکر

پورا یقین ہے کہ اسلام دین کامل ہے، ایک مکمل ضابطۂ حیات اور لافانی دستور العمل ہے اور انسانیت اور کائنات کی نجات فقط دینِ اسلام کی کامل پیروی اور سنتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مکمل اتباع پر موقوف ہے۔ ہمیں اس میں کمی بیشی کا ایک رائی کے دانے کے برابر وہم نہیں اور جسے شک ہو ہم اُسے ہرگز مسلمان نہیں سمجھتے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہمیں شریعت کے احکام پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

مجھ سے ابھی ابھی کسی شخص نے مجذوبوں کے متعلق سوال کیا کہ ان کے متعلق کیا حکم ہے اور ان سے از روئے شریعت کیا برتاؤ کیا جانا چاہیئے؟ آخر یہ ننگ دھڑنگ پڑے رہتے ہیں، نماز وغیرہ کا اہتمام نہیں کرتے اور ان کی تمام حرکات بظاہر شریعت کے خلاف ہیں۔ تو ان سے کس قسم کا سلوک ہونا چاہیئے؟ اس پر میں نے اسے جواب دیا کہ بھائی پہلے تو یہ بتاؤ کہ تم کو کسی کے مجذوب ہونے کا یقین کیونکر ہوگا؟ آپ کو کس طرح پتہ چلے گا کہ کوئی شخص فی الواقعہ مجذوب ہے۔ جب آپ کو علم ہی نہیں ہو سکتا تو پھر آپ اس پر کوئی حکم کیونکر لگا سکتے ہیں؟

دیکھئے! حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ ہر پاگل مجذوب نہیں ہوتا اور ہر مجذوب پاگل نہیں ہوتا۔ نگاہِ باطن رکھنے والا تو فوراً پتہ چلا لے گا کہ یہ شخص کس درجہ کا ہے؟ یہ مجذوب ہے یا نہیں؟ ہے تو کس مقام کا ہے؟ اگر نہیں ہے تو اس میں ایمان ہے یا نہیں؟ لیکن عام آدمی اندازہ نہیں کر سکتا کہ یہ مجذوب ہے یا سر پھرا اور پاگل ہے — چنانچہ یقینی طور پر اُس کے متعلق کچھ کہنا عام اور ظاہردار آدمی کے لئے مشکل ہے — جس طرح کھرے اور کھوٹے سکے ہوتے ہیں۔ اسی طرح کوئی مجذوب کھرا بھی ہو سکتا ہے اور کوئی بناوٹی اور کھوٹا بھی ہو سکتا ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ کوئی فاتر العقل ہی ہو۔ اس لئے آپ کسی کو دُکھ نہ دیں، تنگ نہ کریں اور ان کو اپنے حال پر چھوڑ دیں۔ فاتر العقل کے لئے شریعت نے رعایت رکھی ہے، بناوٹی مجذوب شریعت کی نگاہوں میں بدترین مجرم ہے۔ اور کھرا مجذوب اگرچہ استغراق کے پیشِ نظر بظاہر ارکانِ اسلام کی پابندی نہیں کرتا اور مغلوب الحال ہوتا ہے۔ اس لئے قابلِ مواخذہ نہیں۔ لیکن یہ بھی کسی صورت میں مقتداء و پیشوا نہیں ہو سکتا اور اس کا کوئی عمل شریعت میں کسی طرح حجت قرار نہیں دیا جا سکتا — اپنی جگہ اللہ تعالےٰ سے دل کے تار جڑے ہونے کی وجہ سے اگرچہ یہ بلند مقام پر ہوگا مگر شریعت و طریقت میں وہ رہنمائی اور ہدایت کے فرائض انجام نہیں دے سکتا اور نہ ہی اسے ہادی و پیشوا اور مشعلِ راہ بنایا جا سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بزرگوں کے کسی سلسلے نے مجاذیب کی بیعت روا نہیں رکھی۔ اور نہ ہی خود مجذوب کسی کو بیعت کرتے ہیں۔ ان کو تو اتنا ہوش ہی نہیں ہوتا کہ وہ دوسرے کی خبر لیں چہ جائیکہ ان کو ہادی و پیشوا بنایا جائے — حجت صرف اللہ کا حکم ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت اور آپ کا طریقہ ہے، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا طرزِ عمل ہے۔ اور ان کے نقشِ قدم پر چلنے والے علماء و صلحاء اور اولیائے اُمّت کا اجماع ہے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ سے دعا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ ہمیں انہیں کے نقشِ قدم پر چلائے، شریعت کے احکام بجا لانے کی توفیق دے اور اپنی رضا کے تمغے سے نوازے۔ آمین یا الٰہ العالمین!

محترم حضرات! یاد رکھئے کہ شریعت میں ہر چیز کی واضح ہدایت موجود ہے۔ یہ مکمل و مرتب، جامع دستورِ حیات اور کامل نظام العمل ہے اور اسی پر چل کر انسان دنیوی و اُخروی کامیابی اور فلاح سے ہمکنار ہو سکتا ہے —

پس اپنی زندگیوں کو اسی نظام العمل کی ترویج و اشاعت میں وقف رکھئے۔ اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشنودی کا تمغہ حاصل کیجئے۔ وما علینا الا البلاغ۔

مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ

انسان کی تلاش

مجھے انسان کی تلاش ہے

عزیزو اور دوستو! آج سے پورے سات سو برس پہلے ترکی کے حدود میں ایک بڑے مشہور شاعر اور حکیم گزرے ہیں جن کا نام مولانا رومؒ ہے۔

آپ نے ان کی مثنوی سنی ہو گی۔ انہوں نے ایک دلچسپ واقعہ لکھا ہے وہ میں آپ کو سناتا ہوں، وہ فرماتے ہیں۔

"کل رات کا واقعہ ہے ایک ضعیف العمر آدمی چراغ لئے شہر کے گرد گھوم رہے تھے اور اندھیری رات میں کچھ تلاش کر رہے تھے"، میں نے کہا کہ حضرت سلامت آپ کیا تلاش کر رہے ہیں، فرمانے لگے کہ" مجھے انسان کی تلاش ہے، میں چوپایوں اور درندوں کے ساتھ رہتے رہتے عاجز آ گیا ہوں، میرا پیمانہ صبر لبریز ہو چکا ہے، اب مجھے ایک ایسے انسان کی تلاش ہے جو خدا کا شیر اور مرد کامل ہو"

میں نے کہا ——"بزرگوار! اب آپ کا آخری وقت ہے، انسان کو آپ کہاں تک ڈھونڈیں گے، اس عنقا کا ملنا آسان نہیں، میں نے بھی بہت ڈھونڈا ہے۔ لیکن نہیں پایا"

ان بزرگ نے جواب دیا کہ "میری ساری عمر کی عادت ہے کہ جب کسی چیز کو سنتا ہوں کہ وہ نہیں ملتی تو اس کو اور زیادہ تلاش کرتا ہوں، تم نے مجھے اس بات پر آمادہ کر دیا کہ میں اس گمشدہ انسان کو اور زیادہ ڈھونڈوں اور اس کی تلاش سے کبھی باز نہ آؤں ——"

حضرات! یہ ایک شاعر کا مکالمہ ہے، آپ کو شاید تعجب ہو کہ کیا کوئی ایسا بھی وقت تھا کہ انسان بالکل نایاب ہو گیا تھا، مولانا رومؒ نے ہمارے ذہن میں ایک سوال پیدا کر دیا کہ ہر انسان انسان نہیں ہے اور کیا انسانوں کی بڑی بڑی آبادیوں میں بھی انسان نایاب ہے؟ ہم تو سمجھتے تھے کہ انسان کی ایک ہی قسم ہے اس سے معلوم ہوا کہ انسانوں کی دو قسمیں ہیں، ایک وہ جو دیکھنے میں انسان ہے لیکن حقیقت میں انسان نہیں ہے اور دنیا میں ہمیشہ انہیں لوگوں کی کثرت رہی ہے، دوسرے وہ جو حقیقت میں انسان ہیں اور وہ کبھی ایسے گم ہو جاتے ہیں کہ ان کو چراغ لے کر ڈھونڈنے کی ضرورت ہوتی ہے۔

مولانا رومؒ کو سات سو برس ہو چکے ان کے بعد سے دنیا میں بڑی ترقیاں ہوئیں ہر شہر میں انسانوں کی تعداد بڑھتی رہی ہے اور آج کی انسانی آبادی پہلے سے بہت زیادہ ہو گئی ہے، اور اس کی ترقیاں بھی بہت وسیع ہیں، آج انسان نے بجلی بھاپ ہوا اور پانی پر قبضہ جما لیا ہے، ہوائی جہاز ریڈیو اور ایٹم بم سے انسانوں کی ترقی اور فتوحات کا اندازہ کیا جا سکتا ہے لیکن دوستو! انسانوں کی ترقی کا اندازہ مردم شماری کے نقشوں اور بڑے بڑے متمدن اور ترقی یافتہ ملکوں کی تصویروں سے کرنا صحیح نہیں ہے۔ انسانیت کی ترقی ان مادی ترقیات کا نام نہیں ہے اور محض نسل انسانی کی ترقی کو انسانیت کی ترقی نہیں کہا جا سکتا انسانیت کی ترقی کا اندازہ انسانوں کے اخلاق و کردار سے ہوتا ہے، اور اخلاق و کردار کا اندازہ آپس میں ملنے جلنے، ریل کے ڈبوں، پارکوں، ہوٹلوں، دفتروں اور بازاروں میں ہو سکتا ہے اردو کے مشہور شاعر اکبر نے بالکل صحیح کہا ہے ؎

نقشوں کو تم نہ جانچو، لوگوں سے مل کے دیکھو
کیا چیز جی رہی ہے، کیا چیز مر رہی ہے

انسانیت سے بغاوت

انسانیت کا صحیح اندازہ امتحان پڑنے پر اور ایسے مواقع پر ہوتا ہے جب ہر قسم کے ذرائع اور مواقع حاصل ہوں، کہ چوری، گناہ، حق تلفی کی جا سکے مگر انسان کے اندر کی کیفیات اس کا ہاتھ پکڑ لیں، جہاں انسانیت کا گلا گھونٹا جا رہا ہو وہاں انسانیت کا اندازہ ہماری موجودہ زندگی کے سانچوں اور مادی ترقی کے پیمانوں سے نہیں ہو سکتا۔

انسانیت درحقیقت ایک بڑا مرتبہ ہے

لیکن انسانیت کے خلاف انسان ہمیشہ خود بغاوت کرتا رہا ہے، اس کو انسانیت کی سطح پر قائم رہنا ہمیشہ دو بھر اور مشکل معلوم ہوا ہے، وہ کبھی نیچے سے کترا کر نکل گیا اور اس نے کبھی اپنے آپ کو انسانیت سے برتر سمجھا یعنی اس نے کبھی انسانیت سے بالاتر کہلوانے اور خدا اور دیوتا بننے کی کوشش کی اور سچی بات یہ ہے کہ لوگوں نے خدا اور دیوتا بننے کی کوشش کم کی، لوگوں نے انہیں خدا اور دیوتا بنانے کی کوشش زیادہ کی، ہم اگر فلسفہ اور روحانیت کی تاریخ پڑھیں تو معلوم ہو گا کہ لوگ انسانیت سے بلند تر کسی مرتبہ کی تلاش میں رہے ہیں اور انسانوں کو انسان کا صحیح مقام سمجھانے کے بجائے اس سے اونچا ہونے کی فکر کرتے رہے ہیں اس کے بالمقابل دوسری کوشش یہ رہی کہ انسانوں کو انسانیت سے گرا دیا جائے، وہ حیوانی اور نفسانی زندگی کا عادی بنے اور دنیا میں من مانی زندگی کا راج ہو۔

ان دونوں کوششوں کے نتائج

دنیا میں ہمیشہ خراب ہوئے ہیں جب انسانوں کو انسانیت سے اٹھا کر خدا یا دیوتا بنا دیا گیا تو دنیا میں بدنظمی پھیلی اور فساد برپا ہوا، دنیا میں جب لوگوں نے خدائی کا دعویٰ کیا یا لوگوں نے ان کو یہ درجہ دیا تو دنیا میں بگاڑ ہی بگاڑ بڑھتا گیا اور انسانی زندگی میں نئی نئی گرہیں پڑیں، جب ایک معمولی سی گھڑی کسی اناڑی کے ہاتھ پڑ جاتی ہے اور اس کی مشین میں دخل دیتا ہے تو وہ بگڑ جاتی ہے تو یہ نظام عالم ان مصنوعی خداؤں سے کیسے چل سکتا ہے اس دنیا کے اتنے مسائل، اتنے مراحل اور اس میں اتنی پیچیدگیاں ہیں کہ اگر ایک انسان دنیا کو چلانا چاہے تو یقیناً اس کا انجام بگاڑ ہو گا، میرا منشا یہ نہیں کہ انسان انسانیت کے دائرہ میں ترقی نہ کرے بلکہ یہ کہ انسان خدائی کی کوشش نہ کرے، اس نے انسانیت ہی میں کون سی کامیابی حاصل کر لی ہے کہ اب وہ خدائی کی ہوس کرے ؎

تو کار زمیں را نکو ساختی
کہ باآسماں نیز پرداختی

مذہب کی تاریخ بتاتی ہے کہ جب اس قسم کی کوشش کی گئی تو ایسی پیچیدگیاں رونما ہوئیں جن کا کوئی علاج نہ تھا۔ یہ کوشش دنیا کے گوشہ گوشہ میں تھوڑے تھوڑے وقفہ سے ہوتی رہی ہے۔ ایسے لوگوں نے ہمیشہ شکست ہی کھائی ہے۔

دوسری طرف اکثر ایسے انسان گذرے ہیں جنہوں نے اپنے آپ کو چوپایہ جانا ان کو بحیثیت انسان کے اپنی ترقی کا کوئی احساس نہیں ہوا اپنی روحانیت اور خدا شناس کو ترقی دینے کا ان کو کبھی خیال تک نہیں ہوا، دنیا میں زیادہ تعداد انہیں انسانوں کی رہی ہے، اس زمانہ کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں یہ دونوں بغاوتیں یہ دونوں عیب اور یہ دونوں فساد جمع ہو گئے ہیں اس وقت تقریباً ساری دنیا انہیں دو گروہوں میں بٹی ہوئی ہے چند آدمی ہیں جو خدائی کے دعویدار ہیں اور جن کو دیوتا بننے کا شوق ہے، باقی اکثر وہ انسان ہیں —— جو چوپایوں اور درندوں کی سی زندگی گذار رہے ہیں، اس لئے اس زمانہ کا بگاڑ ہر زمانہ کے بگاڑ سے بڑھ گیا ہے اور زندگی عذاب جان بن گئی ہے۔

اس وقت مردم شماری کے خانوں میں کوئی ایسا خانہ نہیں کہ جو لوگ اپنی انسانیت کی قدر کرتے اور اس کو صحیح طور پر استعمال کرتے ہیں اس میں ان کا اندراج کیا جائے مگر آپ خود ہی انصاف کیجئے کہ آپ کے چاروں طرف زندگی کا جو طوفان امڈا ہوا ہے اس میں کتنے انسان ہیں جن کو انسانیت کا احساس ہے جو یہ سمجھتے ہیں کہ ہمیں صرف ایک معدہ اور پیٹ ہی نہیں دیا گیا ہے بلکہ اللہ نے انسان کو روح بھی دی ہے، دل بھی دیا ہے اور دماغ بھی عطا کیا ہے جن کو ہم ہمیشہ نظر انداز کرتے اور ان کے صحیح استعمال سے بچتے ہیں۔ ہم جنسی خواہشات اور مادی ضروریات کے ریلے میں ایسے بہے چلے جا رہے ہیں جیسے ایک گاڑی اپنے اختیار سے باہر لڑھک رہی ہو جس پر کسی کا کوئی قابو نہ ہو۔ میں اور سمجھا کر کہوں یوں سمجھئے کہ انسانیت ایک سائیکل ہے اور وہ سائیکل ایک ڈھلوان پل پر سے پھسل رہی ہے اس میں نہ کوئی گھنٹی ہے نہ بریک، اور نہ اس کے ہینڈل پر کسی کا ہاتھ ہے

جغرافیہ کی پرانی تعلیم یہ بتلاتی تھی کہ زمین چپٹی ہے، جغرافیہ کی نئی تحقیقات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ زمین گول ہے لیکن مجھے جغرافیہ کے استاد اور طالب علم معاف کریں میں تو یہ دیکھ رہا ہوں کہ زمین ڈھلوان ہے، اس لئے کہ ساری قومیں اور ان کے تمام افراد اخلاقی بلندی سے حیوانی پستی کی طرف لڑھکتے چلے آرہے ہیں اور روز بروز ان کی رفتار تیز ہوتی جا رہی ہے، ہماری زمین کا یہ کرہ ضرور آفتاب کے گرد گردش کر رہا ہے، مگر اس کرۂ ارض پر بسنے والا انسان مادیت اور معدہ کے گرد چکر لگا رہا ہے، زمین کی گردش کا انسانوں کے اخلاق اور معاملات پر کوئی اثر نہیں پڑتا لیکن انسانوں کی اس گردش کا تمام دنیا کے اخلاق اور حالات پر اثر پڑ رہا ہے، نظام شمسی میں حقیقی مرکز آفتاب ہو یا زمین لیکن عملی زندگی میں انسانوں کا حقیقی مرکز معدہ یا پیٹ اور —— حیوانی عنصر بنا ہوا ہے اور ساری انسانیت اس کے گرد چکر لگا رہی ہے آج دنیا میں سب سے وسیع رقبہ معدہ کا ہے، یوں کہنے کو تو وہ انسان کے جسم کا بہت مختصر حصہ ہے لیکن اس کا طول و عرض اور عمق اتنا بڑھ گیا ہے کہ ساری دنیا اس میں سماتی چلی جا رہی ہے، یہ معدہ اتنی بڑی خندق ہے کہ پہاڑوں سے بھی نہیں بھرتا، آج سب سے بڑا مذہب سب سے بڑا فلسفہ معدہ کی عبادت ہے، تعلیم گاہوں میں اسی کا غلام بنانا سکھایا جا رہا ہے، آج کامیاب انسان بننے کا فن سکھایا جاتا ہے، دوسرے الفاظ میں دولت مند بننے کا، آج دولت مند بننے کی ریس ہے، دولت مند بننے کی حرص اتنی بڑھ گئی ہے کہ انسان کو خود اپنے تن من کا ہوش نہیں رہا، مطالعۂ علم اور فنون لطیفہ کا مقصد بھی یہی ہو گیا ہے کہ انسان کہاں سے زیادہ سے زیادہ روپیہ حاصل کر سکتا ہے سب سے بڑا علم اور ہنر یہ ہے کہ لوگوں کی جیبوں سے کس طرح روپیہ نکال کر اپنی جیب بھری جائے اتنا ہی نہیں بلکہ تھوڑے سے تھوڑے وقت میں زیادہ سے زیادہ دولت مند بننے کی کوشش کی جاتی ہے دولت مند بننے کی کوشش تمدن اور سوسائٹی کے لئے اتنی مضر نہیں جتنی جلد دولت مند بننے کی ہوس ہے۔ یہی ہوس رشوت، خیانت غبن، چور بازاری، ذخیرہ اندوزی اور حصول دولت کے دوسرے مجرمانہ ذرائع پر آمادہ کرتی ہے۔ اس لئے کہ مجرمانہ طریقوں کے بغیر جلد دولت مند بننا ممکن نہیں، اس ذہنیت کی وجہ سے ساری دنیا میں ایک مصیبت برپا ہے، دفتروں میں طوفان ہے، منڈیوں میں قیامت کا منظر ہے، آج انسان جونک بنگئے ہیں، اور انسان کا خون چوسنا چاہتے ہیں، آج کوئی کام بے غرض و بے مطلب نہیں رہا۔ آج کوئی شخص بغیر اپنے فائدہ اور مطلب کے کسی کے کام نہیں آتا، آج ہر چیز اپنی مزدوری اور فیس مانگتی ہے کبھی کبھی تو یہ خیال ہونے لگتا ہے کہ اگر درخت کے سایہ میں دم لیں گے تو شاید درخت بھی اپنی فیس اور مزدوری مانگنے لگیں گے۔

اقبالؒ نے کہا ہے ؎

ہند کے شاعر و صورت گر و افسانہ نویس
آہ بیچاروں کے اعصاب پہ عورت ہے سوار

لیکن ان تین طبقوں کی یہ خصوصیت نہیں، سب کا حال یہی ہو رہا ہے کہ دولت اور خواہشات نفس کا نشہ سوار ہے۔ آج دولت کمانا ہی زندگی کا مقصد بنگیا ہے اور ساری دنیا اس کے پیچھے دیوانی ہے، آج جس انسان کو طالب خدا ہونا چاہئے تھا اس کی معرفت اور محبت سے اپنا ویران دل آباد، اپنا اندھیرا دماغ روشن اپنی بے مقصد و بے کیف زندگی، با مقصد اور پر کیف بنانی چاہئے تھی، سارے دل اور دماغ کے ساتھ اس سے محبت کرنی چاہئے تھی اور اس کے راستہ میں سب کچھ لٹا کر حقیقی زندگی حاصل کرنی چاہئے تھی، صد حیف کہ وہ انسان حقیقی محبت اور صحیح معرفت سے محروم ہے۔ اس لئے زندگی کی اصل لذت سے محروم ہے حقیقی انسانیت سے محروم ہے اور افسوس ہے کہ لاکھوں کروڑوں انسانوں کو اس محرومی کا احساس بھی نہیں آج جس انسان کو خدا کا پرستار ہونا چاہئے تھا وہ دولت کا پرستار اور نفس کا غلام بنا ہوا ہے اور اس کو اس خلاف فطرت غلامی کا احساس بھی نہیں

ہر جگہ نفس کا قبضہ ہے

سیاسی اختلافات اور نظام سلطنت تو فرصت کی باتیں ہیں۔ ہم تو یہ جانتے ہیں کہ حکومت اندرون حکومت خواہشات کی ہے حکومت پر قبضہ خواہ کسی قوم یا

پارٹی کا ہو اور خواہ کوئی صدر یا وزیر ہو مگر دراصل ہر جگہ نفس کا قبضہ اور خواہشات کا تسلّط ہے، پہلے برطانیہ کے متعلق کہتے تھے کہ اس کی حکومت میں آفتاب غروب نہیں ہوتا لیکن آج جس حکومت اور سلطنت میں آفتاب غروب نہیں ہوتا وہ نفس کی خواہش اور من کی چاہت ہے۔

وقت کا فرمان یہ ہے کہ نفس کی خواہش پوری کی جائے، دل کی آگ بجھائی جائے، چاہے انسانوں کے خون کی نہریں بہتی ہوں، خواہ انسانوں کے اوپر ان کی لاشوں کو روندتے ہوئے گزرنا پڑے، خواہ قومیں اس راستہ پر پامال ہو جائیں خواہ ملک کے ملک ویران اور تباہ ہو جائیں۔

لیکن اس میں ذرا تعجب کی بات نہیں، سینکڑوں برس سے جو تعلیم انسانوں کو دی جا رہی ہے خواہ وہ تعلیم گاہوں کے ذریعہ ہو یا سینماؤں کے ذریعہ یا ادب و شاعری کے ذریعہ اور جو ہر ملک اور ہر قوم میں رائج ہے، اس کا ماحصل یہی ہے کہ تم من کے راجہ اور نفس کے غلام ہو۔

دوستو! اس زمانے کے سامنے انسانوں کی آبادیاں اس لحاظ سے اس سطح پر ہیں اور اس کے خلاف کوئی آواز سنائی نہیں دیتی، ملکوں کے خلاف بغاوت کرنے والے بہت ہیں چھوٹے چھوٹے مسئلوں کے لئے بھوک ہڑتال کرنے والے بہت ہیں، مقامی مسائل کے لئے جان کی بازی لگا دینے والے بہت ہیں لیکن انسانیت کے لئے مرنے والے کتنے ہیں کتنے ایسے ہیں جن کو حقیقی انسانیت کی فکر ہے آج دنیا میں اگر کسی کو انسانیت کے انحطاط کا احساس بھی ہے تو اس میں یہ جرأت نہیں ہے کہ انسانیت کے لئے آواز اٹھائے، سارے کرۂ ارض میں ایک آدمی بھی ایسا نہیں ہے جو انسانیت کے لئے اپنی قربانی دے۔

پیغمبروں کی بے غرضی و بے نیازی

دراصل پیغمبروں ہی کی جرأت تھی، خواہ وہ ابراہیم ہوں یا موسیٰ عیسیٰ ہوں یا محمد (اللہ کا درود و سلام ہو ان پر) کہ انہوں نے ساری دنیا کو چیلنج کر کے انسانیت کے خلاف جو بغاوت جاری تھی، اس سے روکا، ان کے سامنے دنیا کی لذتیں اور دولتیں لائی گئیں مگر انہوں نے سب کو ٹھکرا دیا، اور انسانیت کے دور میں اپنی جان کو خطرہ میں ڈالا، اللہ کے برگزیدہ اور منتخب بندوں کی یہ جماعت جس کو پیغمبروں کی جماعت کہا جاتا ہے، دنیا کو کچھ دینے کے لئے نہیں آئی تھی، ان کو کوئی ذاتی غرض نہ تھی، انہوں نے دوسروں کے پنپنے کی خاطر اپنے گھروں کو اجاڑا انہوں نے دوسروں کی خوشحالی کے لئے اپنے متعلقین کو فقر و فاقہ میں مبتلا کیا، انہوں نے غیروں کو نفع پہنچایا اور اپنوں کو منافع سے محروم کیا، کیا دنیا کے رہنماؤں میں ایسی بے غرضی اور پر خلوص کی مثالیں مل سکتی ہیں پیغمبروں نے اپنے اپنے زمانہ میں اپنی اپنی قوموں میں خلش پیدا کی اور ان کو محسوس کرایا کہ موجودہ زندگی خطرہ کی ہے جو لوگ اطمینان کے عادی تھے اور میٹھی نیند سو رہے تھے اور میٹھی نیند ہی سونا چاہتے تھے، انہوں نے پیغمبروں کی اس دعوت اور تنبیہ کے خلاف سخت احتجاج کیا اور بڑی شکایت کی کہ انہوں نے ہمارا عیش مکدر کر دیا اور ہماری نیند خراب کی۔ لیکن جو گھر میں آگ لگی ہوئی دیکھتا ہے وہ سونے والوں کی پرواہ نہیں کرتا اور اس کو کسی کی نیند پر ترس نہیں آتا پیغمبر انسان کے حقیقی ہمدرد تھے، وہ دنیا کو خواب خرگوش سے بیدار کرنا اپنا فرض سمجھتے تھے، دنیا کے گمراہ رہنماؤں اور نفس کے بندوں نے دنیا کو مارفیا (MARPHIA) کے انجکشن دیئے اور اس کو تھپک تھپک کر سلایا، مگر پیغمبروں نے انسانوں کو جھنجھوڑا، اور غفلت سے بیدار کیا، یہ چھوٹی چھوٹی جنگیں اور لڑائیاں دراصل اسی لئے ہوئیں کہ دنیا سے غفلت دور ہو اور دنیا پر جو تاریکی مسلط ہے، وہ ختم ہو انسان حقیقی انسانیت کو سمجھے۔

پیغمبر اسلام کی شخصیت

ہمارے سامنے سب سے زیادہ ممتاز اور سب سے زیادہ واضح اور روشن سب سے زیادہ بلند مرتبہ حضرت محمدؐ کی ذات گرامی ہے۔ اگر ہم اس حقیقت کا اظہار نہ کریں تو یہ ایک خیانت ہوگی، ہمارا ضمیر اس کی اجازت نہیں دیتا کہ ان کے اس احسان کو نہ بتلائیں ——— جو انہوں نے انسانیت پر کیا۔

جب دنیا میں ایک انسان یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ اللہ ہی اس دنیا کو اکیلا چلا رہا ہے اور وہی بندگی اور اطاعت کا مستحق ہے، آپ نے اس حق کا اعلان کیا اور اس آواز کو بلند کیا کہ آج دنیا کے ہر حصہ سے یہ آواز کانوں میں آتی ہے، آج یہ آواز تمام دنیا میں پھیل گئی ہے۔

آپ کی تعلیم اور آپ نے جو کچھ دنیا کو عطا کیا وہ انسانیت کا مشترک سرمایہ ہے جس پر کسی قوم کی اجارہ داری قائم نہیں ہو سکتی۔ جس طرح ہوا، پانی اور روشنی پر کسی کو اجارہ داری کا حق نہیں اور کوئی اس پر اپنی مہر اور اپنی چھاپ نہیں لگا سکتا، اسی طرح آنحضرتؐ کی تعلیمات ساری دنیا کا حق ہیں اور ہر شخص کا اس میں حصہ ہے جو ان سے فائدہ اٹھانا چاہئے یہ دنیا کی تنگ نظری ہے کہ وہ ان حقوق کو کسی قوم یا ملک کی جاگیر سمجھے۔

دوستو! محمد صلی اللہ علیہ وسلم محسن انسانیت تھے .... اور ساری انسانیت آپ کی ممنون ہے، دنیا میں جو کچھ عدل و انصاف اس وقت موجود ہے اور جن حقیقتوں کو اس وقت تسلیم کیا جا رہا ہے وہ سب آپ کا فیض ہے۔

بہار اب جو دنیا میں آئی ہوئی ہے
یہ سب پود انہیں کی لگائی ہوئی ہے

دوستو! ہم اس موجودہ نظام زندگی کو چیلنج کرتے ہیں، ہم لوگوں سے ڈنکے کی چوٹ پر کہتے ہیں کہ تم دنیا کو آج جتنا بلند سمجھتے ہو وہ اتنی ہی پست ہے۔ ہم صاف کہتے ہیں کہ دنیا تدریجی خودکشی کی طرف جا رہی ہے یہ راستہ انسانیت کی تباہی کا راستہ ہے میں مسجد سے سیدھا اسٹیج پر نہیں آیا بلکہ کتب خانوں کے راستہ سے، مطالعہ کے راستہ سے اور معلومات کے راستہ سے آپ کے سامنے آیا ہوں، آپ میں سے کچھ لوگ یورپ کی دو ایک زبانیں جانتے ہوں گے۔ میں خود یورپ کو جانتا ہوں،

تم انگریزی داں ہو، میں انگریزی داں ہوں

میں سارے یورپ سے خم ٹھونک کر کہتا ہوں کہ تمہارا پورا نظام زندگی غلط ہے۔ اور وہ انسانیت کو ہلاکت کی طرف لے جا رہا ہے، میرا دعویٰ ہے اور پورے استدلال اور یقین کے ساتھ کہتا ہوں کہ دنیا کی نجات

متحدہ اسلامی محاذ کا متفقہ بیان

اور

عملی جد و جہد کا عہد

ذیل میں کنونشن کے مندوبین کا متفقہ بیان کا پورا متن دیا جا رہا ہے جو کنونشن کے پہلے روز رات کے اجلاس میں متفقہ طور پر پاس کیا گیا جس میں شیطانی قوانین اور بے دینی کے خلاف جد و جہد کا عہد کیا گیا۔ ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مندوبین کو اس بیان کے مطابق عملی جد و جہد کی توفیق عطا فرمائے۔ اور ہماری کوششوں کو نتیجہ خیز ثابت کرے۔ (ادارہ)

الحمد للہ والصلوٰۃ علیٰ رسول اللہ وعلیٰ صحبہٖ ومن تبعھم حماۃ دین اللہ

امّا بعد:—

ہم دستخط کنندگان ذیل بڑی سنجیدگی سے اپنی اس رائے کا اظہار ضروری سمجھتے ہیں کہ برصغیر کی تقسیم اور پاکستان کے قیام کا مقصد وحید یہ تھا کہ یہاں اسلامی حکومت قائم ہو گی۔ قرآنی نظام کی ترویج ہو گی اور عامۃ المسلمین کو اسلام کے اصول کے مطابق زندگی بسر کرنے کی ہر ممکن سہولت مہیا کی جائے گی۔ اسلامی تہذیب و تمدن کو فروغ ہو گا۔ معاشی، معاشرتی اور عدالتی نظام مکمل اسلامی ہو گا۔ اور پاکستان جیسے مسلمان ملک کے لئے اس کے سوا چارہ ہی کیا تھا۔ لیکن

”اے بسا آرزو کہ خاک شدہ“

انیس سال کے اس طویل عرصہ میں یہاں اسلامی اقدار کے احیاء کی کوئی کوشش نہیں کی گئی۔ اسلامی تہذیب اور تمدن کی جگہ مغربی تہذیب اور یورپین تمدن کو فروغ دیا جا رہا ہے۔ یہاں کا قانونی نظام سراسر غیر اسلامی ہے۔

اور انگریز سے جو قوانین بطور ورثہ کے ہمیں ملے تھے وہ بدستور رائج ہیں۔ معاشی نظام اور اقتصادی ڈھانچہ سود کی بنیاد پر قائم ہے جس کی حرمت قطعی ہے۔ اور جس کو اختیار کرنا اللہ تعالےٰ اور اس کے رسولؐ سے جنگ کرنے کے مترادف ہے۔ اسلام نے جو عظیم معاشی نظام انسانیت کو عطا فرمایا ہے اسے سمجھنے کی آج تک کوئی سعی نہیں کی گئی ہے۔ معاشرہ اتنا گندہ ہو چکا ہے جس کی کوئی حد نہیں۔ بے حیائی، جنسی انارکی، فحاشی، مرد و زن کا بے محابا اختلاط وغیرہ کی سرعت سے اشاعت ہو رہی ہے۔ اس اسلامی جمہوریہ پاکستان میں مارشل لاء کے اٹھ جانے کے بعد شراب کی درآمد میں چھ گنا اضافہ ہوا ہے۔

باہمی رضامندی سے زنا کو جرم تک تسلیم نہیں کیا جا رہا— حدود مثلاً زنا، چوری اور شراب نوشی کے لئے شرعی سزائیں آج تک نافذ نہیں ہو سکیں۔

کلبوں اور ناچ گھروں میں مخلوط مجالس رقص و سرود باقاعدگی سے جاری ہیں اور اونچی سوسائٹی کے مرد و زن اس میں آزادی سے حصہ لے رہے ہیں۔ مخلوط تعلیم ابھی تک جاری ہے اور اربابِ اقتدار کو ہوش تک نہیں کہ اس کے نتائج کیا نکل رہے ہیں۔

خاندانی منصوبہ بندی سے زنا کی ترویج میں مدد مل رہی ہے اور اس منصوبہ پر ۲۸ کروڑ روپے خرچ کر کے زبردستی قوم پر مسلط کیا جا رہا ہے۔ معاشرہ کو عمداً زہر آلود کرنے کی مساعی کی جا رہی ہیں

ان امور کے علاوہ جو امر بہت ہی اہم اور جس کے تصوّر سے ایک مسلمان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ وہ تحریف دین اور مذہبی امور میں مداخلت ہے جو حکومت کی سرپرستی میں بصورتِ تحریک سامنے آ رہی ہے اسلامک ریسرچ انسٹی ٹیوٹ کے نام سے بھی حکومت کی امداد سے ایک ادارہ قائم ہے۔ ڈاکٹر فضل الرحمٰن بالقابہ اس کے ڈائرکٹر ہیں۔ ڈاکٹر فضل الرحمٰن کی رائے میں بیئر (شراب) حلال ہے۔ ڈاکٹر صاحب سود کو حلال قرار دے رہے ہیں۔

حدود کی چار اسلامی سزاؤں کے متعلق ڈاکٹر صاحب کی رائے یہ ہے کہ تیرہ سو سال سے علماءِ امّت غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔ اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ حدود غیر متبدل نہیں ہیں۔ ہر زمانہ اور ہر دور میں حالات کے تحت حدود میں تبدیلی کی جا سکتی ہے۔ حالانکہ اسلام میں حدود کی قطعی شکلیں ملتی ہیں۔

ڈاکٹر فضل الرحمٰن کی رائے میں زکوٰۃ کی شرح ۲½ صرف اس زمانہ میں ان حالات کے تحت مقرر ہوئی تھی۔ جہاں ضروریات تھوڑی تھیں۔ اب اس میں اضافہ کی ضرورت ہے۔

وغیر ذالک من الخرافات

واضح ہو کہ ڈاکٹر صاحب اسلامی مشاورتی کونسل کے صرف رکن ہی نہیں بلکہ سیکرٹری بھی ہیں۔ عائلی قوانین جیسے رسوائے زمانہ قوانین کو کتاب و سنت کا منشا بتلا کر نافذ کیا گیا۔ اور انہیں عین اسلامی قرار دے کر مسلمانوں پر مسلط کر دیا گیا۔ باوجودیکہ یہ قوانین اور اس کے آرڈیننس کی ایک ایک دفعہ مداخلت فی الدین کی بدترین مثال پیش کرتی ہے۔ یقیناً ان قوانین سے مسلمانوں کے مذہبی جذبات کو قطعی طور پر مجروح کیا گیا ہے۔

دستور میں مذہبی آزادی کے عنوان سے ارتداد کے دروازے کھول دئے گئے ہیں۔ پاکستان کے ہر شہری کو آزادی سے کوئی عقیدہ اور کوئی مذہب اختیار کرنے اور اس کی

ارشاداتِ مجالسِ ذکر

از: حضرت شیخ التفسیر مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ ——— مرتبہ: محمد مقبول عالم بی، اے — لاہور

نہیں ملتے یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں

۱۱ر نومبر ۱۹۴۸ء جمعرات

اللہ والوں کی دامنگیری

اللہ تبارک و تعالیٰ فرماتے ہیں:- وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَأْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ○ (۱۵: ۹۹) مرتے دم تک عبدیت کا حق ادا کرو —— اس کے مخاطبِ اول تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ لیکن یہ حکم عام مسلمانوں کے لئے بھی ہے۔ اس کی تدبیر یہ ہے —— کہ اللہ والوں کی دامنگیری اختیار کی جائے تو پھر نفس و شیطان سے بچ سکتے ہیں۔ جیسے قافلے کے ساتھ بزدل بھی سفر طے کر جاتے ہیں۔ اکیلے ہوتے تو سفر نہ کر سکتے۔ ایسے ہی کمزور آدمی اللہ اللہ کرنے والی جماعت سے وابستہ رہ کر عبدیت کا حق ادا کرتے رہتے ہیں۔ ایک صاحب استقامت آتا ہے اذان دیتا ہے اور جماعت کراتا ہے۔ اگر سب کو آزاد چھوڑ دیا جاتا اور جماعت کا بندوبست نہ ہوتا تو کئی آدمیوں کی نمازیں قضا ہو جاتیں۔

۱۸ر نومبر ۱۹۴۸ء۔ جمعرات

کام اور آرام

انسان دنیا میں کام کے لئے آیا ہے، آرام کے لئے نہیں۔ آرام کا مقام جنت ہے۔ دنیا میں کوئی بے کار نہیں سب باکار ہیں۔ حتیٰ کہ گداگر بھی بیکار نہیں۔ صبح اٹھتا ہے اور رات تک دربدر پھرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ اے انسان! تو محنت کے لئے یہاں پیدا کیا گیا ہے۔ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ كَبَدٍ ○ (۹۰: ۴) اور کام وہ کرتا ہے جو اللہ کو پسند ہو —— ان پسندیدہ کاموں کی فہرست اللہ تعالیٰ بصورت کتب نازل فرماتے ہیں اور ان کا مطلب سمجھانے اور نمونہ بن کر دکھلانے کے لئے انبیاء علیہم السلام مبعوث فرماتے ہیں۔ اس سلسلہ کے آخری نبی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اور آخری کتاب قرآن حکیم ہے۔

انسان غافل ہو جاتا ہے اور سمجھتا ہے کہ یہاں قیام کے لئے اور آرام کے لئے آیا ہوں۔ جب کام ہی کرنا ہے تو کام وہ کیا جائے جو آخرت میں کام آئے۔ کئی ایسے کام کرنے والے لوگ ہوں گے جو تھک کر چور ہونے والے ہوں گے لیکن جلتی آگ میں داخل ہونے والے ہوں گے۔ وُجُوْهٌ يَّوْمَئِذٍ خَاشِعَةٌ ○ عَامِلَةٌ نَّاصِبَةٌ ○ تَصْلٰى نَارًا حَامِيَةً ○ (۸۸: ۲-۴)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے دنیا سے کیا کام۔ میری مثال تو مسافر کی طرح ہے جو ذرا دم لینے کے لئے درخت کے سایہ تلے لیٹ جاتا ہے۔ وہ کوئی بستر نے تلاش نہیں کرتا۔ آرام کا مقام دنیا نہیں جنت ہے۔

بعد میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے یہ شعر پڑھا ؎

رات کے پچھلے حصے میں کچھ دولت بانٹی جاتی ہے
جو جاگت ہے سو پاوت ہے جو سووت ہے سو کھووت ہے

اور فرمایا کہ میری چھوٹی سی نواسی ہے۔ یہ شعر اسے یاد کرایا ہوا ہے۔ وہ پڑھتی ہے تو بڑا اچھا لگتا ہے۔

۲۵ر نومبر ۱۹۴۸ء جمعرات

ذکر کی لذت سلب ہونے کے اسباب

اللہ جل شانہٗ کے ذکر کا ایک خاصہ ہے "اطمینان قلب" اور دوسرا فرحت و سرور اور لذت کا حاصل ہونا۔ اکثر لوگ ایسے ہیں کہ جنہیں اللہ کے ذکر سے کوئی لذت حاصل نہیں ہوتی۔ ان کے لئے دعا ہے کہ اللہ انہیں ذکر کی لذت سے آشنا کرے۔ لیکن آپ حضرات میں سے جنہوں نے اللہ کا نام سیکھا ہوا ہے اکثر کو لذت حاصل ہو گی۔ لیکن ایسا بھی ہوتا ہے کہ لذت حاصل ہونے کے بعد کبھی سلب بھی ہو جاتی ہے یا اس میں کمی بیشی ہوتی رہتی ہے —— اس کی وجہ یہ نہیں کہ اللہ کے ذکر کے خاصے میں فرق آ جاتا ہے۔ وہ خاصہ ویسے ہی ہے۔ فرق ہمارے ذوق میں آتا ہے۔ جیسے ایک رات بخار چڑھ جائے تو کھانے میں لذت کم ہو جاتی ہے۔ اور زیادہ دن بخار چڑھ جائے تو کھانے کو دیکھ کر اور بو سونگھ کر متلی آتی ہے جی نہیں چاہتا ہے۔ اور اگر کھائیں تو لذت نہیں آتی۔ کڑوا لگتا ہے حالانکہ کھانا وہی ہے جس کو بڑے شوق سے کھایا کرتے تھے اور لذت آیا کرتی تھی۔ لیکن اب کیوں لذت نہیں آتی؟ وجہ یہ ہے کہ اپنا ذائقہ خراب ہو گیا ہے۔ سو اللہ کے نام میں تو لذت بدستور ہے۔ ہمارے ذوق میں کمی بیشی ہو جاتی ہے۔

لذت کے سلب ہو جانے کے اسباب میں ۷۰ فیصدی سبب اکل و شرب حرام و مشتبہ ہے۔ دیندار آدمی حرام و مشتبہ سے بچتا ہے لیکن بعض اوقات بے ساختہ حرام یا مشتبہ کھا لیا جاتا ہے۔ پتہ نہیں لگتا۔ لیکن اس کا اثر آتا ہے۔ جیسے مریض کوئی بدپرہیزی کرتا ہے تو تکلیف میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ حکیم تشخیص کر کے بتلاتا ہے کہ تم نے یہ کھا لیا اس لئے تکلیف ہوئی۔ آدمی تکلیف کے لئے نہیں کھاتا۔ وہ بے ساختہ تکلیف میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح آدمی بے ساختہ حرام کھا جاتا ہے تو ذکر کی لذت سلب ہو جاتی ہے۔ اگر ذرا آگے درجہ حاصل ہو تو پھر حلال و حرام کی تمیز حاصل ہو جاتی ہے۔ اور آدمی حرام سے بچ جاتا ہے۔ لیکن پھر بھی بشر ہے، خدا نہیں ہے۔ بے توجہی سے ہو سکتا ہے کہ حرام کا لقمہ اندر چلا جائے۔

غرض ذکر کی لذت سلب ہونے یا کم و بیش ہو جانے کا بڑا سبب اکل و شربِ حرام و مشتبہ ہے۔ دوسرا سبب بے دینوں اور بے نمازیوں کے ہاتھ سے چیز کا پک کر آنا ہے۔ کھانا حلال و طیب ہو، لیکن بے نمازیوں کے ہاتھ سے آئے تو اس میں بھی غفلت کا اثر آتا ہے۔ جو لذت سلب کر دیتا ہے۔ تیسرا سبب نااہلوں کی صحبت ہے۔ جس کی وجہ سے ذوق میں کمی آ جاتی ہے۔ پھر ارد گرد کے حالات بھی اثر انداز ہوتے ہیں۔ اگر ایک آدمی سات آٹھ دن لوگوں سے الگ رہے صرف پانچ وقت نماز با جماعت کے لئے نکلے اور اندر بیٹھا ذکر میں شاغل رہے تو اسے لوگوں سے ملنے میں نفرت پیدا ہوگی اور ذکر میں مشغول رہنے میں لذت آئے گی۔

اگر اکل و شربِ حرام و مشتبہ سے بچا جائے اور نااہلوں کی صحبت سے پرہیز کیا جائے اور بے دینوں کے ہاتھ سے کوئی چیز نہ کھائی جائے تو پھر ذکر کی لذت پوری آئے گی۔

۹ر دسمبر ۱۹۴۸ئہ: جمعرات

عالمِ نورانی اور عالمِ ظلمانی

اللہ تعالیٰ نے انسان کو عالمِ نورانی سے عالمِ ظلمانی میں بھجوایا ہے۔ عالمِ ظلمانی کی ہر شئے ظلمانی ہے، مٹی ظلمانی، مٹی سے پیدا شدہ نباتات ظلمانی، حیوانات ظلمانی، انسان ظلمانی۔ جہاں سے "ہم" آئے ہیں وہ عالمِ نورانی ہے۔ "ہم" سے مراد روح ہے جو لطیف شئے ہے۔ جب آدمی مرتا ہے تو روح نکل جاتی ہے۔ جب آئی تھی تو نہ ماں نے دیکھا نہ باپ نے۔ جب جاتی ہے تب بھی کوئی نہیں دیکھتا۔

تو وہ عالمِ نورانی ہے یہ عالمِ ظلمانی ہے۔ وہ عالمِ لطیف ہے، یہ عالمِ کثیف ہے۔ یہاں کثافت میں پھنس گئے ہیں۔ وہ عالمِ وحدت ہے یہ عالمِ کثرت ہے۔ وہاں صرف ایک اللہ کی ذات ہے۔ اسی کا خیال ہے اور کسی کا خیال نہیں۔ کوئی فکر نہیں دنیا میں بکثرت اشیاء ہیں کئی قسم کے خیالات اور کئی قسم کی ضرورتیں ہیں۔ ع

کھلونے دے کے بہلایا گیا ہوں

یہ سب کھلونے ہیں۔ بیوی، بچے، مال و دولت سب کھلونے ہیں۔ جن میں آدمی پھنس کر خدا کو بھول جاتا ہے۔

انسان کا امتحان یہ ہے کہ عالمِ ظلمانی اور عالمِ کثیف میں آکر عالمِ نورانی اور عالمِ لطیف کی یاد نہ بھلائے۔ اسے ہر دم یاد رکھے۔ کثرت میں پھنس کر وحدہٗ لاشریک لہٗ کو یاد رکھے۔ اس امتحان میں کامیاب ہونے کی تدبیر یہ ہے کہ اللہ کا ذکر کیا جائے، قرآن کریم کا علم حاصل کیا جائے، اللہ والوں کی صحبت اختیار کی جائے۔ پھر انسان غافل نہیں ہوگا اللہ کے نام میں سب کچھ ہے۔ بشرطیکہ کسی سے سیکھ کر نام لیا جائے۔

بقیہ: متحدہ اسلامی محاذ ۔۔۔۔۔

تبلیغ کرنے کا بنیادی حق حاصل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ عیسائی مشنریاں اس بنیادی حق کو استعمال کر کے غریب مسلمانوں کے ایمان پر دن دہاڑے ڈاکے ڈال رہی ہیں اور منظم عیسائی تبلیغ ہو رہی ہے۔ اور ان مشنریوں کی طرف سے ایسے رسالے اور کتابچے شائع ہوتے ہیں جن میں اسلام اور پیغمبر اسلام پر ناروا حملے کئے جا رہے ہیں۔

اسی "دفعہ" سے فائدہ اٹھاتے ہوئے منکرین ختم نبوت علانیہ اپنے کفریہ عقیدہ کی اشاعت کرتے ہیں۔ انکار حدیث کا فتنہ زوروں پر ہے خدا کے وجود کا انکار کیا جا رہا ہے۔ والعیاذ باللہ ــــــ

شہری آزادیاں سلب کر لی گئی ہیں۔ تقریر و تحریر اور اظہارِ رائے پر پابندیاں ہیں۔ دفعہ ۱۴۴ کا بے تحاشا استعمال ہر ضلع میں ہو رہا ہے قوم کو جو تھوڑے سے بنیادی حقوق بھی ملے تھے واپس لے لئے گئے ہیں ہنگامی حالات کی تلوار سر پر لٹک رہی ہے۔ حکومت کی تبدیلی کے تمام جمہوری طریقے مسدود ہیں۔ عوام سے ووٹ کا حق سلب کر لیا گیا ہے۔ اور پورے ملک کو بی۔ ڈی ممبران کے سپرد کر دیا گیا ہے۔ جنہیں بے بس اور مفلوج بنانا حکومت کے ادنیٰ اشارہ سے بسہولت ممکن ہے۔ ہم ایک سچے پاکستانی اور ملک کے وفادار باشندہ کی حیثیت سے اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ کہ ہم اس ملک کو صحیح معنوں میں اسلامی جمہوری بنائیں اور جملہ مفاسد کی اصلاح کریں۔ یہاں تک کہ دین کے خلاف فتنے ختم ہوں اور ملک بھر میں خالص اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہونے لگے۔ ہم اس تحریر کے ذریعہ عوام سے اور حکومت کے سامنے اپنے اس عہد کی تجدید کرتے ہیں۔ جو ہم نے اللہ تعالیٰ سے کیا تھا اور جس کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ کی حکومت کو عملی طور پر قائم کرنا ہمارا فرض ہو گیا تھا۔

ہم عہد کرتے ہیں کہ ہم ہر طرح اپنے ملک کے مفاد کو ملحوظ رکھتے ہوئے اس ملک میں اسلام کے اصول کو نافذ کرنے کے لئے آخر تک جد و جہد جاری رکھیں گے۔

آخر میں ہم عوام اور حکومت سے باادب درخواست کرتے ہیں کہ اپنے خدا کی طرف رجوع کر کے بہت جلد اس ملک میں مندرجہ بالا نشان زدہ مقاصد کی اصلاح کریں۔

آخری بات

حکومت نے عائلی قوانین کو کتاب و سنت کے موافق بنانے کے متعدد بار وعدے کئے۔ نیز ملک بھر میں اسلامی قوانین کے نفاذ کے سبز باغ بھی دکھائے۔

لیکن اب تک ان وعدوں سے کھلا انحراف کیا گیا۔ اگر حکومت پاکستان نے نیشنل اسمبلی کے موجودہ رواں اجلاس میں ان قوانین کو درست نہ کیا تو ہم یہ سمجھنے پر مجبور ہوں گے کہ حکومت عوام کے جذبات اور اسلامی تقاضوں کی قطعاً پروا نہیں کرتی اور عمداً مسلمانوں کو عوامی جد و جہد پر آمادہ کر رہی ہے۔

موجودہ اجلاس اسمبلی کے بعد اگر اس مجرمانہ غفلت اور بے اعتنائی پر عوامی جد و جہد کا منظم آغاز ہوا تو اس کی تمام تر ذمہ داری حکومت پر ہوگی۔

مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب کا واہ کینٹ میں

درسِ قرآن

منعقدہ ۲۷ مارچ سنہ ۱۹۶۶ء

مرتبہ: محمد عثمان غنی بی اے ——— سورت النساء، پارہ چار، رکوع ۱، آیت ۱ تا ۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میرے بزرگو اور میرے بھائیو! آج طے شدہ پروگرام کے مطابق سورت لنساء کا پہلا رکوع پڑھا گیا ہے قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا مربوط اور بابرکت کلام ہے۔ اس کا ہر لفظ، ہر کلمہ، ہر آیت، ہر رکوع، ہر سورت آپس میں مربوط ہیں خواہ وہ ہمارے ذہن میں نہ آسکے۔ اس سے پہلی سورت آلِ عمران کے آخر میں رب العلمین نے ارشاد فرمایا یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝ اے ایمان والو! صبر کرو، صبر کی تلقین کرو، مرابط رہو اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔ اس آیت گرامیہ میں صبر کی تلقین دی، صبر کرانے کا حکم دیا اور کام میں لگے رہنے کا حکم دیا اور انجام میں فرمایا وَاتَّقُوا اللّٰهَ، اللہ سے ڈرتے رہو۔ تمہاری کامیابی کا راز اسی میں ہے۔

آج کی جو آیات پڑھی گئی ہیں۔ ان میں بتایا گیا ہے تمہیں صبر کس کس چیز پر کرنا چاہیئے، صبر کی ماہیت اور صبر کی کیفیت کیا ہے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ حُفَّتِ الْجَنَّةُ بِالْمَكَارِهِ وَحُفَّتِ النَّارُ بِالشَّهَوَاتِ یعنی جنت کا استحقاق ہو جاتا ہے ان کاموں کے کرنے سے جن میں دل پر بوجھ پڑتا ہو جیسا کہ گناہ پر قادر ہوتے ہوئے گناہ سے رک جانا اور جن کاموں کی طرف انسان کی خواہشات طبعی مائل ہوں ان کے کرنے سے جہنم کا قرب حاصل ہوتا ہے "صبر" ایسی چیز کا نام ہے کہ اللہ تعالےٰ کے حکم کے مقابلے میں اپنی تمام خواہشات کو پامال کرنا، رسم و رواج کو پامال کرنا ذاتی منافع کو پامال کرنا۔ اپنے دل کی چاہت کو پامال کرنا، اسی کا نام ہے صبر یہ جو ہمارے محاورے میں مشہور ہے کہ کوئی مر جائے تو رونا نہیں چاہیئے۔ صبر کرنا چاہیئے، یہ بھی صبر کی ایک نوعیت ہے لیکن صبر ایک بڑا اونچا مقام ہے اسی لیے فرمایا کہ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ اللہ تعالےٰ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

میں ایک لطیفہ عرض کر دوں۔ ایک دوست نے یہ لطیفہ مجھے سنایا تھا کہ ایک بہت بڑی کانفرنس ہوئی جس میں دنیا کے بڑے بڑے جھوٹوں کو شرکت کی دعوت دی گئی اور سب سے اچھا جھوٹ کہنے پر انعام مقرر کر دیا گیا۔ اس کانفرنس میں اول نمبر کا جھوٹ کہنے والے نے بڑا مزیدار لطیفہ کہا۔ اس نے کہا میں نے دو عورتیں دیکھیں جو آپس میں بول نہیں رہی تھیں" یعنی دو عورتیں اکٹھی بیٹھی ہوں اور وہ باتیں نہ کریں یہ ناممکن ہے د ساتھ والے کمرے سے ہماری بچیوں کی آواز آ رہی ہے وہ آپس میں باتیں کر رہی ہیں۔ درسِ قرآن ہو رہا ہے اس لیے ان کو سمجھا دیا جائے کہ خاموشی سے اللہ کی بات کو سنیں۔

تو صبر اُس صفت یا کیفیت کو کہتے ہیں کہ انسان کے دل پر کوئی ناگوار بات گزرے اور وہ برداشت کرلے آج کی آیات میں بھی کچھ ایسے احکام بیان ہو رہے ہیں۔ جن کے ادا کرنے پر انسان کا دل بطورِ انسان ہونے کے مائل نہیں ہوتا لیکن اللہ کا حکم ہے۔ اس لیے اس کو مائل ہوتا پڑتا ہے اور جو ان باتوں پر عمل کرے گا اس کے لیے پھر بہت بڑے درجات ہیں اور وہی متقی اور پرہیزگار ہوگا۔ ارشاد ہوتا ہے یَاَیُّهَا النَّاسُ اے لوگو — یعنی اگر تم میں اگلی صفتیں نہ ہوئیں تو پھر تم "لوگ" ہو "مومن" نہیں ہو — حالانکہ خطاب مسلمانوں کو ہے — قرآن پاک فرماتا ہے "اے لوگو"۔ یعنی تمہیں "مومن" تب کہا جائے گا جب تم نے میری باتوں کو مان لیا۔ فی الحال تو تم "لوگ" ہی ہو۔ اگر احکام مانو گے تو "مومن" ہو گے "مومن کا معنیٰ ہے ماننے والا" "یقین والا" دیکھیں گے تم ان باتوں کو مانو گے یا نہیں مانو گے۔ غور فرمایئے اس سورت کے آغاز سے پہلے سورتِ آلِ عمران اس آیت پر ختم ہوئی جو اوپر عرض کی گئی ہے۔ یَاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا .... تُفْلِحُوْنَ ۝ "اے ایمان والو" اور یہاں سورتِ نساء میں فرمایا جا رہا ہے۔ یَاَیُّهَا النَّاسُ۔ اے لوگو، اے انسانو! اِتَّقُوْا رَبَّكُمْ۔ ڈرو تم اپنے پالنے والے سے رب سے ڈرو یہ "رب" کا مسئلہ آجکل سب سے بڑا نافرمانی کا ذریعہ بنا ہوا ہے کہ ہم اللہ تعالےٰ کو رب نہیں مانتے تو فرمایا کہ تم اپنے رب سے ڈرو جو تمہارا پالنے والا ہے۔ تم کسی اور کو رب مت سمجھو۔ اگر تم نے مال کو رب سمجھا، کھیت کو رب سمجھا، جائیداد کو رب سمجھا تو پھر تم حقوق العباد کو ادا نہ کر سکو گے۔ تم پھر اپنی بہنوں کو حصہ نہ دو گے اور کہو گے کہ میرا کھیت کم ہو جائے گا۔ تم پھر اپنی بیوی کا حق مہر نہ ادا کرو گے کہ میرے پاس پیسے کم ہو جائیں گے۔ تم پھر پیسوں کو رب سمجھو گے، جائیداد کو رب سمجھو گے تو پھر تم اللہ کے حکم کو نہیں مان سکتے اس لیے اِتَّقُوْا رَبَّكُمْ جو تمہارا رب ہے تم اس سے ڈرو۔ رب تمہارا کون ہے؟ اللہ تعالےٰ رَبِّیْ وَرَبُّكُمُ اللّٰهُ میرا اور تمہارا رب کون ہے؟ اللہ تعالیٰ اس لیے تمہیں سمجھایا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ تمام تعریفیں اللہ کا حق ہیں جو پالنے والا ہے جہانوں کا۔ تمہیں سمجھایا کہ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ تمہیں سمجھایا کہ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی ہر جگہ رب کا اعلان کرو کہ میرا رب وہی ہے جو مجھ کو پالتا ہے اس لیے جب کائنات کے کسی فائدے کا میرے خدا کے حکم کے ساتھ ٹکراؤ آجائے گا تو میں خدا کی بات کو ترجیح دوں گا۔

چنانچہ دیکھیے جو پہلی وحی نازل ہوئی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم پر وہ کیا ہے؟ اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ ۝ تو پڑھ اپنے اس رب کا

نام جس نے تجھے پیدا کیا اللہ نہیں فرمایا، رب سب سے پہلا کلمہ صفاتِ باری تعالےٰ میں سے جو جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نازل ہوا وہ صفت ربوبیت ہے۔ اسی آیت کی تشریح کرتے ہوئے علماءِ تفسیر نے جو روحانیات کے بھی ماہر ہیں بڑی عمدہ بات لکھی ہے سمجھانے کے لیے فرمایا کہ دیکھئے ربوبیت کو مقدم کیا اور تخلیق کو موخر کیا۔ تو اپنے رب کا نام پڑھ جس نے تجھے پیدا کیا۔ یعنی تیری تخلیق بعد میں ہے، تربیت پہلے ہے ہم آج اسی چکر میں تو پڑے ہیں کہ بیٹے ہوں گے تو کھائیں گے کیا؟ اولاد ہوگی تو کھائے گی کیا؟ فرمایا میں رب، پہلے ہوں، خالق، بعد میں ہوں، تمہارا یہ غلط خیال ہے کہ 'خالق' پہلے ہے 'رب' بعد میں ہے۔ تیری تخلیق سے پہلے میں نے تیری تربیت کا انتظام کر دیا ہے۔ بچہ بچی جب پیدا ہوتا ہے تو پہلے ہی اس کے لیے انتظام ہو جاتا ہے۔ اسی کو اللہ کے نیک بندوں نے فرمایا۔

آں خدا وندے کہ فردا جاں دہد
غم مخور آخر کہ آب و ناں دہد

جو اللہ تعالےٰ تجھے کل جان دے گا وہ روٹی نہیں دے گا؟ زندگی تو بڑی قیمتی ہے۔ ہماری پنجابی زبان میں کہتے ہیں "جیہڑا چُنج دے گا، تے چوگ وی دے گا"۔ یعنی جس چونچ دی ہے وہ کھانے کو بھی دے گا۔ جس اللہ تعالےٰ نے زندگی بخشی، کیا وہ رزق نہیں دے گا؟

اس لیے یہاں پر فرمایا اِتَّقُوْا رَبَّكُمُ ڈرو تم اپنے رب سے۔ رب سے ڈرنے کا مفہوم کیا ہے؟ رب کے عذاب سے ڈرو۔ رب کی نافرمانی سے ڈرو، رب کی ناراضگی سے ڈرو۔ وہ کیسا رب ہے اَلَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ۔ وہ تمہارا رب جس نے پیدا کیا تم کو ایک جی سے، ایک جان سے اور وہ یوں پیدا کیا۔ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا اور پیدا کیا اللہ تعالیٰ نے اسی نفس واحد سے اس کے جوڑے کو، اشارہ ہے حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق کی طرف کہ اسے انسانو! میں نے تم کو حضرت آدم سے پیدا کیا۔ آدم علیہ السلام میرے حکم سے پیدا ہوئے۔ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ؕ آدم خاص نام ہے یہ جرثومے وغیرہ نہیں ہیں۔ جو

بعض ہمارے بھائی گپ لگا دیتے ہیں۔ آدم ایک خاص مخلوق کا نام ہے۔ جیسے ہم نبی سمجھتے ہیں جو سب سے پہلا انسان، سب سے پہلا نبی ہے۔ خداوند قدوس کا ان کے بدن کو اللہ تعالےٰ نے مٹی سے بنایا۔ پھر اللہ نے کہا۔ زندہ ہو جا۔ انسان بن جا، تجھ میں زندگی آ جائے بس زندگی آ گئی۔ اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کے بدن سے حضرت حوّا علیہا السلام کو پیدا فرمایا۔ اور پھر وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ۚ اور پھیلا دیئے اللہ تعالیٰ نے ان دونوں سے بہت سے مرد اور بہت سی عورتیں جن کو تم گن ہی نہیں سکتے تمہاری سب چیزیں ظنی ہوتی ہیں اللہ کی مخلوق کو اللہ ہی جانتا ہے۔ وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ ط

فرمایا اس رب سے تم ڈرو جو تمہارا پالنے والا ہے۔ اس میں صفت خلق ہی بیان فرمائی اور پھر خلق میں تثنیہ بھی بیان فرمایا کہ جس اللہ نے مردوں کو پیدا کیا اسی اللہ نے عورتوں کو پیدا کیا۔ تو پھر تم عورتوں کے حقوق کیوں تلف کرتے ہو؟ جس اللہ نے مرد کے وجود سے انسانی کائنات کو پھیلایا اسی اللہ نے عورت کے وجود کو بھی اس انسانی کائنات کی افزائش میں دخل دیا اس لئے دونوں وجود باعثِ تخلیق انسانی ہیں۔ لہٰذا مرد کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ عورتوں کے حقوق کو ضائع کرے۔ یا عورتوں کے حقوق کو بالکل سمجھے ہی نہیں جیسا کہ اسلام سے پہلے تھا۔ اور آج بھی عورتوں کے حقوق کوئی نہیں ادا کرتا۔ ایک ہے حقوق کو ادا کرنا اور ایک ہے آلۂ کار بنانا۔ دونوں میں بڑا فرق ہے۔ اسلام نے عورتوں کے سارے حقوق ادا کئے۔ عورت کو وہ مقام عطا کیا۔ جو اسلام سے پہلے نہ تھا نہ بعد میں ہے۔ چنانچہ اس آیت میں تصریح فرمائی۔ کہ باعثِ تخلیق انسانی دونوں وجود ہیں۔ مرد بھی اور عورت بھی۔ اس لئے اشارہ کر دیا کہ آگے جو احکام آنے والے ہیں۔ ان کا تعلق عورتوں کے احکام کے ساتھ ہے۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ○ اور دیکھو ڈرتے رہو اس اللہ سے جس کے نام کا واسطہ دے کر آپس میں ایک دوسرے سے مانگتے ہو۔ جب تم اپنا کچھ حق مانگتے ہو۔ تو کیا کہتے ہو؟ بھائی اللہ کا یہ حکم ہے مانو۔ فرمایا اپنا حق لینے کے لئے تو میرا نام استعمال کرتا ہے۔ اور جہاں دینا پڑے وہاں میرے نام کا خیال نہیں کرتا۔ جہاں لینا ہو تو فتویٰ پوچھتا ہے کہ مولوی صاحب، قاضی صاحب! مفتی صاحب! میرے خسر صاحب فوت ہو گئے ہیں۔ ان کی ایک ہی بیٹی تھی جو میرے نکاح میں ہے۔ میرے خسر صاحب بڑے مالدار تھے مجھے ذرا شریعت سے یہ مسئلہ بتائیں قاضی صاحب کتنا حق ملتا ہے۔ میری بیوی کو میرے خسر کی

جائداد سے؟ یہ تو پوچھتا ہے۔ کبھی یہ بھی پوچھا ہے کہ میرے اباجی مر گئے ہیں، میری ایک بہن ہے اور ایک میں ہوں۔ میری بہن کو کتنا حصہ ملتا ہے میرے باپ کی جائداد میں سے کبھی ہم نے پوچھا ہے؟ وراثت کو مولوی بھی کھا گیا ہے۔ پیر بھی کھا گیا، خوانین بھی کھا گئے چھوٹے بڑے سب کھا گئے، قرآن کا پورا رکوع کھا گئے دیکھ لیں ہم دیتے ہیں جائداد اپنی بچیوں کو، اپنی بہنوں کو، اپنی پھوپھیوں کو؟ دادے کی جائداد سے حصہ دیتے ہیں؟ نہیں دیتے۔

اس لئے فرمایا وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ اور ڈرو تم اس اللہ سے جس کے نام کا واسطہ دے کر تم ایک دوسرے سے سوال کرتے ہو۔ اپنا مطلب پورا کرتے ہو۔ وَالْاَرْحَامَ اور ڈرتے رہو تم رشتوں اور ناطے کے توڑنے سے۔ ارحام جمع ہے رحم کی، رحم کو مت توڑو۔ حدیثوں میں آتا ہے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالےٰ رحم یعنی رشتے کو پیدا کیا تو رشتے نے رب اللعالمین کی بارگاہ میں ایک سوال کیا۔ (بڑی لمبی حدیث ہے میں خلاصہ بیان کرتا ہوں) اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو کیا چاہتا ہے؟ عرض کی اے اللہ تو نے مجھے تو پیدا کیا۔ لیکن دنیا والے میرا لحاظ نہیں رکھیں گے۔ فرمایا رَحِمٌ رحمٰن کا ایک حصہ ہے۔ جس نے رحم کو جوڑا اس نے رحمٰن کو جوڑا۔ جس نے رحم کو توڑا۔ اس نے رحمٰن کو توڑا۔ رحمٰن اللہ تعالےٰ کا اسم صفت ہے تو رحمٰن میں ہے رح م ان اس میں الف نون زیادہ ہے۔ رح م (رحم)، پیچھے رہ جاتا ہے۔ اس لئے قرآن میں صلہ رحمی، اقربا کے ساتھ تعلقات ان کے حقوق بڑی کثرت کے ساتھ آتے ہیں۔ قرآن مجید میں رشتہ داروں کے حقوق کو ایک معیاری مقام عطا ہوا ہے۔ یہاں بھی فرمایا۔ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ط ڈرو تم اس اللہ سے جس کا نام لے کر لوگوں سے چیزیں مانگتے ہو۔ ایک دوسرے کو میرے نام کا واسطہ دے کر تم اپنی مطلب برآری کر رہے ہو۔ وَالْاَرْحَامَ اور صلہ رحمیوں کو توڑنے سے ڈرو۔ رشتوں اور ناطوں کے توڑنے سے ڈرو۔ جب تم نے حقوق ادا نہ کئے تو ناطے ٹوٹ جائیں گے۔ بہن کو حصہ نہ دیا تو بہن کے ساتھ رشتہ ٹوٹ جائے گا۔ بیٹی کو حق نہ دیا تو بیٹی کے ساتھ رشتہ ٹوٹ جائے گا۔ بیوی کو حق مہر نہ دیا بیوی کے ساتھ رشتہ ٹوٹ جائے گا۔ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا بے شک اللہ تعالیٰ تم پر پوری طرح مطلع ہے۔ رَقِيْب مشتق ہے رَقَبَةٌ سے۔ رقبہ کہتے ہیں گردن کو۔ جس طرح کسی کی گردن کسی کے ہاتھ میں ہو تو وہ اس سے بچ سکتا ہے؟ وہ ذرا دبائے تو سانس نکل جائے گا۔ فرمایا میں تم پر رقیب ہوں۔ میں تم پر پورا

نگران اور نگہبان ہوں۔ تم میرے احاطے سے کہیں باہر نہیں جا سکتے۔ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ج فَبِاَيِّ اٰلَاۗءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ۔ بتاؤ میرے حلقۂ اثر سے نکل کر کہاں جاؤ گے۔ تمہاری کوئی طاقت ہے کہ میری خدائیت سے کہیں نکل جاؤ؟ میں چاہوں تو ایک لمحے سے تمہیں نیست و نابود کر دوں۔ اس لئے فرمایا کہ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا۔ میں تم پر مطلع اور خبردار ہوں۔

پھر ڈر کیسے؟ خالی زبان سے کہتے رہو کہ اللہ سے ڈرتے ہیں۔ نہیں، فرمایا کہ ذرا مالی مسئلے کو ٹھیک کرو۔ وَاٰتُوا الْيَتٰمٰٓى اَمْوَالَهُمْ یہ دیکھئے — فرمایا تھا کہ صبر کرو — صبر کیسے کرو گے۔ اپنے مال سے حصہ دو دوسروں کو۔ جن کا حصہ بنتا ہے۔ وَاٰتُوا الْيَتٰمٰٓى اَمْوَالَهُمْ اور دے ڈالو یتیموں کو ان کے مال۔ جو پہلے یتیم تھے۔ اب وہ بالغ ہو گئے ہیں۔ ان کو تم ان کے مال دے ڈالو۔ وہ یتیم خواہ تمہارے چھوٹے بھائی ہوں، تمہاری چھوٹی بہنیں ہوں۔ یتامیٰ جمع یتیم کی بھی ہے اور یتیمۃ کی بھی ہے یعنی مذکر کی جمع کے لئے بھی یتامیٰ کا لفظ آتا ہے اور مونث کی جمع کے لئے بھی یتامیٰ کا لفظ آتا ہے۔ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ گندے مال کو مت لو ستھرے کے بدلے میں۔ تمہارے اپنے حق کا مال ستھرا ہے۔ اس کے حق کا مال تمہارے لئے خبیث ہے۔ خباثت کہتے ہیں۔ باطنی نجاست کو۔ نجاست کی دو قسمیں ہیں۔ ایک ہے نجاست۔ نجاست وہ گندگی ہے۔ جو سامنے نظر آ جائے۔ مثلاً کہیں گوبر وغیرہ گندگی لگ جائے۔ اور خباثت ہے وہ گندگی جو نظر نہیں آتی مگر اندر معاملہ خراب ہے۔ اس لئے جنوں کو بھی خبیث کہا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم جب کسی جگہ پیشاب کرنے کے لئے جاؤ۔ تو حضور نے آداب ارشاد فرمائے ہیں۔ مگر افسوس آج ان باتوں کے ساتھ مذاق کیا جاتا ہے۔ کہتے ہیں حدیثوں میں آیا ہے پیشاب یوں کرو، پاخانہ یوں کرو، غسل یوں کرو یہ کیا ہے؟ ارے میاں! محمد رسول اللہ مربی نہیں ہیں؟ ایک آدمی اپنی ماں کو کہہ دے کہ میری ماں کبھی میری ناک صاف کرتی ہے کبھی میری آنکھیں دھوتی ہے۔ تو کیا وہ ماں کے ساتھ مذاق کر رہا ہے۔ یا ماں کی بے ادبی کر رہا ہے۔ اَلنَّبِيُّ اَوْلٰى بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ فرمایا کہ جناب محمد رسول اللہ علیہ وسلم تمہاری جانوں کے تم سے بھی زیادہ مالک ہیں وہ تو تم پر رحیم ہیں شفیق ہیں۔ لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝

وہ تو حریص ہیں۔ ہر چیز بتائی اپنی امت کو جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ حضور شفیق معلم ہیں۔ اس لئے جو بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں۔ درحقیقت نبوت کے دشمن ہیں۔ ترمذی کی حدیث ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے استنجے کا طریقہ بتایا، حضور نے پیشاب، پاخانہ کرنے کا طریقہ بتلایا تاکہ ہر حال میں پتہ چل جائے۔ کہ یہ مسلمان ہے مثال کے طور پر آپ میں سے ایک دوست سڑک پر سے گزر رہے ہوں دیکھتے ہیں کہ ایک شخص راستے میں پیشاب کر رہا ہے۔ اس کا منہ قبلے کی طرف ہے۔ فوراً یہ فیصلہ کر سکتے ہیں کہ یہ مسلمان نہیں ہے۔ مسلمان ہوتا تو قبلے کی طرف منہ کر کے پیشاب کرتا؟ اب تو مسلمان کرتے ہی قبلے کی طرف منہ کر کے ہیں۔ جو قدریں مسلمانوں نے آزادی سے پہلے محفوظ کر رکھی تھیں۔ اب ہر ہر قدر کو توڑ رہے ہیں۔ میں نے خود دیکھا کہ اکثر مسلمان قبلے کی طرف منہ کر کے پیشاب کرتے ہیں۔ پہلے مسجد کے قریب سے باجہ بجا کر کوئی گزرتا تھا؟ مسلمان لڑ پڑتے تھے کہ ہماری مسجد کی تم نے بے ادبی کر ڈالی۔ تقسیم سے پہلے ہندوستان میں فساد ہو جایا کرتے تھے۔ بلکہ کانپور کا مشہور واقعہ اسی کے متعلق ہے۔ اب! مسجد کی دوکانوں میں ریڈیو بجتا ہے۔ محراب میں مولوی صاحب پڑھتے ہیں غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ اور باہر ریڈیو شریف جگنی گاتا ہے۔ مسجد کی دوکانوں میں — آپ دیکھتے ہی رہتے ہیں روزانہ — کیا ہم نے مسجد کی بے ادبی نہیں کی۔ جمعے کی نماز کا وقت ہوتا ہے۔ ایک طرف اذان ہو رہی ہوتی ہے۔ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ اور دوسری طرف بابو صاحب روٹی کھا رہے ہوتے ہیں۔ اور ساتھ ساتھ زور کا ریڈیو بج رہا ہے اذان کی آواز سنائی ہی نہیں دیتی۔ اِذَا نَادَيْتُمْ مِنَ الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّلَعِبًا اللہ نے دشمنان دین کی ایک مثال بیان فرمائی ہے۔ کہ دشمنوں کی نشانی یہ ہے کہ جب تم اذان دیتے ہو، یہ مذاق کرتے ہیں۔ کیا ہم مذاق نہیں کرتے اذان کے ساتھ؟ آج نظریات نکل رہے ہیں۔ قربانی نہ کرو، پیسے جمع کرو۔ پھر ایک سینما بنا لو، کیوں ضائع کرتے ہو پیسے؟ حالانکہ اسی قربانی کے لئے مسلمان ہندوستان میں لڑتے جھگڑتے تھے۔ عید کے دن باقاعدہ پہرے لگ جاتے تھے کہ آج مسلمان گائے کی قربانی کرے گا۔ ہندو نہیں کرنے دے گا۔ مسلمان جان کی بازی لگا دیتے تھے۔ لیکن قربانی سے نہیں رکتے تھے۔ اور اب ہمارے دماغوں میں یہ جراثیم پیدا کئے جا رہے ہیں کہ دیکھو یوں نہ کرو، یوں نہ کرو، یوں نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سمجھ نصیب فرمائے۔

بقیہ: اداریہ

ہے — ان حالات میں ہمیں اللہ سے اور قوم سے کئے گئے مواعید کو ہرگز فراموش نہیں کرنا چاہیئے، اور دینی اقدار کے تحفظ اور اسلامی قوانین کے نفاذ کی سرتوڑ کوشش کرنی چاہیئے۔

ہمیں خوشی ہے کہ حکومت مغربی پاکستان نے مسلمانوں کے جذبات کا احترام کرتے ہوئے ثقافت و روشن خیالی کے گمراہ کن ناموں پر بے حیائی کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو بند باندھنے کی طرف کچھ اقدام کیا ہے — اور ہماری دعا ہے کہ یہ فیصلہ اصلاحِ حالات کی طرف ایک مبارک اور مستحسن قدم ثابت ہو۔ آمین!

آخر میں ہم حکومت سے یہ درخواست کرتے ہیں کہ وہ مخلوط تعلیم کی طرف بھی توجہ دے۔ اور اسے کلیتاً ختم کر دے کیونکہ درسگاہوں میں بیشتر یوں کی جڑ یہی ہے۔

وما علینا الا البلاغ

بقیہ: خطبہ جمعہ

سب کچھ دھوکا ہی تھا۔

دیکھو! موت کے لئے ہر وقت تیار رہنا چاہیئے۔ ممکن ہے کہ اچانک ہی موت آ جائے۔ گھر سے کسبِ معاش کے لئے نکلیں، حادثہ پیش آ جائے اور جنازہ ہی گھر آئے — بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ گھر والے سمجھتے ہیں کہ مریض رو بصحت ہے مگر یکایک حالت بگڑ جاتی ہے۔ اور موت آ جاتی ہے۔ اس لئے لازم ہے کہ موت کے لئے ہر وقت تیار رہا جائے۔ اگر موت کی تیاری کی ہوگی، زادِ آخرت اکٹھا کیا ہوگا تو خاتمہ بالخیر ہوگا اور قبر بہشت کا باغ بنے گی۔ اور اگر موت کی تیاری نہ کی گئی تو قبر دوزخ کا گڑھا بنے گی۔

اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ہمیں ایمان کی یہ تینوں نشانیاں بدرجۂ اتم پیدا فرمائے اور ہمارا خاتمہ ایمانِ کامل پر فرمائے۔ آمین یا اللہ العالمین!

تعارف و تبصرہ

★ ——— حافظ نور محمد

نام کتاب ۔ مودودی اور جمہوریت ،
تصنیف ۔ مولانا حکیم محمود احمد صاحب ظفر سیالکوٹی
سائز $\frac{30 \times 20}{16}$ ضخامت ۷۲ ، صفحات ٹائیٹل رنگین لکھائی چھپائی بہتر ۔ قیمت ایک روپیہ
ناشر ۔ ادارہ معارف اسلامیہ مبارک پورہ سیالکوٹ

یہ کتاب مودودی صاحب کی تحریروں کا ایک آئینہ ہے جس میں آپ ان کے نظریہ جمہوریت کے ماضی اور حال کو بخوبی جھانک سکتے ہیں جب اقامت دین کا داعیہ لے کر وہ اٹھے تھے اس کی ابتداء کیا تھی اور اب اس کی انتہا کیا ہو رہی ہے ۔

کتاب کا دیباچہ مولانا کوثر نیازی صاحب نے لکھا ہے جو کافی عرصہ " مودودی صاحب کی " جماعت اسلامی " سے منسلک رہنے کے بعد اب علیحدگی اختیار کر چکے ہیں ۔ آخری باب میں مولانا نے کتاب و سنت کی روشنی میں نظریہ جمہوریت پر جو تبصرہ کیا ہے وہ دین کے ہر طالب علم کی دلوں کی آواز ہے اس کتاب کا مطالعہ ہر مسلمان کے لئے مشعل راہ ثابت ہو گا ؟

نام کتاب : راہِ ہدایت
تصنیف : ابوالزاہد مولانا محمد سرفراز خاں صفدر
ضخامت : ۲۰۸ صفحات
سائز : $\frac{20 \times 30}{16}$ کاغذ نیوز، لکھائی چھپائی بہتر
قیمت : دو روپے علاوہ ڈاک خرچ
ناشر : ادارہ نشر و اشاعت مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

مولانا محمد سرفراز خاں صاحب صفدر کی ذات گرامی علمی اور تبلیغی دنیا میں تعارف کی محتاج نہیں ۔ آپ بہت بڑے عالم اور متعدد کتابوں کے مصنف ہیں ۔

راہِ ہدایت میں آپ نے قرآن کریم ، احادیث اور آئمہ اہل سنت کی معتبر اور مستند عبارات سے یہ ثابت کیا ہے کہ معجزہ اور کرامات اللہ تعالٰی کا فعل ہوتا ہے ۔ جو نبی اور ولی کے ہاتھ پر صادر ہوتا ہے ۔ ان کا اس کے صادر کرنے میں کوئی دخل نہیں ہوتا ۔ معجزات و کرامات اور مافوق الاسباب کے سلسلہ میں فریق مخالف کے جملہ پیش کردہ استدلالات کے مسکت جواب دئے گئے ہیں ۔ حضرت مولانا حسین علی رح پر بلغۃ الحیران کی ایک عبارت کے پیش نظر فریق مخالف کی طرف سے جو اعتراض کیا گیا ہے اس کا بھی اس کتاب میں دندان شکن جواب دیا گیا ہے ۔ الغرض یہ کتاب نہایت تحقیق اور مستند حوالوں سے مرتب کی گئی ہے ۔ اس کے مطالعہ سے علم میں اضافہ اور مسائل دینیہ میں بہت سی معلومات حاصل ہوں گی اور اس کا مطالعہ ہر مسلمان کے لئے مشعل راہ ثابت ہو گا ۔

نام کتاب ۔ فرمودات امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رح
ترتیب ۔ حکیم مختار احمد الحسینی
ضخامت ۔ ۱۲۶ صفحات
سائز $\frac{30 \times 20}{16}$ کاغذ سفید کتابت طباعت عمدہ
قیمت ۔ دو روپے علاوہ محصول ڈاک
ناشر ۔ مکتبہ تعمیر حیات چوک رنگ محل لاہور

برصغیر پاک و ہند میں حضرت امیر شریعت رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی محتاج تعارف نہیں آپ کو اگر ایشیا کا سب سے بڑا خطیب اور بے مثال مقرر کہا جائے تو بے جا نہ ہو گا ۔ آپ بہت سی خوبیوں کے مالک تھے ، کتاب کے ص۳ پر حکیم محمود احمد ظفر شاہ جی کا تعارف کراتے ہوئے لکھتے ہیں ۔

امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری قدس سرہ العزیز کی شخصیت کوئی گمنام شخصیت نہیں ہے بلکہ بچے بچے ہیں وہ شاہ جی " باباڈنڈے والا " " احرار کا بوڑھا جرنیل " اور دیگر کئی نقابات سے مشہور ہیں ۔ تحریک کشمیر ، ختم نبوت میں وہ شاہ جی ہی کی شخصیت تھی جنکی آواز پر مردوں نے جانیں عورتوں نے زیورات نچھاور کر دیئے اپنے وقت میں خطابت کے بادشاہ بلکہ خاتم تھے ، ماضی مرحوم میں بھی ایسے لوگ خال خال تھے اور مستقبل سلمہ اللہ میں تو امید میں ہی بانجھ ہو گئیں ۔ شاہ جی کی خطابت میں شیر کی گرج اور نسیم سحر کی سبک خرامی کا بہترین امتزاج تھا "

اس کتاب میں شاہ جی کے وہ علمی جواہر پارے درج ہیں جن کا پڑھنا ہر مکتب فکر سے تعلق رکھنے والوں کے لئے مشعل راہ ہے شروع میں حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند کی ایک بلند پایہ تقریر درج ہے جس میں شاہ جی کی شخصیت پر سیر حاصل تبصرہ کیا گیا ہے مولانا حکیم مختار احمد الحسینی مبارک باد کے مستحق ہیں کہ انہوں نے شاہ جی رح کے علمی جواہر پاروں کو یکجا کر کے محفوظ کر لیا ہے ۔

بقیہ : حضور ؐ کا سونا اور جاگنا

سورت سوتے ہوئے پڑھے تو اللہ کی طرف سے ایک محافظ فرشتہ اس کے لئے مقرر ہو جاتا ہے جو بیداری تک اس کی حفاظت کرتا رہتا ہے ، خود حضور علیہ السلام سے قرآن پاک کی آخری تین سورتیں ۔ (قل ہو اللہ احد سے آخر تک) پڑھنا روایات میں موجود ہے ، ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رض سے روایت ہے کہ جب آپ بستر پر لیٹتے تھے تو دونوں ہاتھوں کو دعا مانگنے کی طرح ملا کر ان پر دم فرماتے اور سورہ اخلاص اور معوذتین پڑھ کر تمام بدن پر جہاں جہاں ہاتھ جاتا ہاتھ پھیر لیا کرتے ، تین مرتبہ ایسا ہی کرتے ، سر سے ابتداء فرماتے اور پھر منہ اور بدن کا اگلا حصہ پھر بقیہ بدن پر ، نیز آیۃ الکرسی اور سورہ بقرہ کی آخیر دو آیتوں کا پڑھنا بھی وارد ہے ، ایک صحابی رض کہتے ہیں کہ آپؐ نے مجھے قل یاایھا الکفرون پڑھ کر سونے کا فرمایا تھا ، سورہ الم سجدہ اور تبارک الذی کا پڑھنا بھی وارد ہے " اللہ پاک سے التجا ہے کہ وہ ہمارا چلنا پھرنا ۔ کھانا پینا ، رہنا سہنا ، اور سونا جاگنا غرض ہر کام حضور علیہ السلام کے نقشوں پر کرنے کی توفیق بخشے ، آمین یا الہ العالمین ۔

" فتح الباری ——— وشمائل ترمذی "

بقیہ : انسان کی تلاش

پیغمبروں ہی کے راستہ میں ہے اور دنیا کے لئے اس وقت خدا کے یقین اس کے خوف ، دوسری زندگی پر ایمان ، اور پیغمبروں کی رسالت کے اقرار کے سوا کوئی چارہ نہیں ، یہی ہماری دعوت ہے اور یہی جدوجہد کا مقصد ۔

ایک ضروری اعلان

لاہور چوک شاہ عالمی مسجد شب بھر والی میں مجلس تحفظ ختم نبوت لاہور کے زیر اہتمام روزانہ بعد نماز عصر ساڑھے پانچ بجے حضرت مولانا صاحبزادہ منظور احمد شاہ کہروڑی مبلغ مجلس تحفظ ختم نبوت پاکستان درس قرآن مجید دیا کرتے ہیں قرآن پاک کے عشاق احباب سے درخواست ہے کہ درس قرآن میں شرکت فرما کر ثواب دارین حاصل کریں ۔ بلند اختر نظامی

مدنی مسجد میں جمعۃ المبارک

لاہور ۔ مدنی مسجد محلہ کمہار پورہ لاہور میں ہر جمعرات کو بعد از عشاء درس حدیث ہوا کرے گا ۔ اور خطبہ جمعۃ المبارک بھی ہوا کرے گا ۔ خطابت اور درس حدیث کے مولانا قاری عبدالحی صاحب عابد لائلپوری سرانجام دیں گے

پانچواں سالانہ جلسہ

بیادگار قطب الاقطاب شیخ المشائخ سلطان العارفین و خاتم المفسرین حضرت الحاج مولانا احمد علی صاحب لاہوری رحمۃ اللہ علیہ مدرسہ اسلامیہ ربانیہ حفظ القرآن ڈونگہ بونگہ کا پانچواں سالانہ جلسہ ۴، ۵، ۶ ربیع الاول ۱۳۸۶ھ مطابق ۲۴، ۲۵، ۲۶ جون ۱۹۶۶ء منعقد ہو رہا ہے جس میں جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب حضرت مولانا جناب ڈاکٹر مناظر حسین صاحب نظر حضرت مولانا قاری محمد اجمل صاحب خطیب قلعہ گجر سنگھ اور دیگر بڑے علمائے کرام شرکت فرمائیں گے

غلام محمد مہتمم مدرسہ اسلامیہ عربیہ ربانیہ ڈونگہ بونگہ ضلع بہاولنگر

قاری فیوض الرحمٰن بی اے (امتیازی)، متعلم ایم اے، پشاور یونیورسٹی

حضورؐ کا سونا اور جاگنا

حضرت براء بن عازبؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم جس وقت آرام فرماتے تو اپنا دایاں ہاتھ دائیں رخسار کے نیچے رکھتے اور یہ دعا پڑھتے۔ «رَبِّ قِنِیْ عَذَابَکَ یَوْمَ تَبْعَثُ عِبَادَکَ» ”تین مرتبہ پڑھا کرتے تھے“

ترجمہ: اے اللہ! مجھے قیامت کے دن اپنے عذاب سے بچائیو!

اس حدیثِ پاک سے حضور علیہ السلام کا دائیں کروٹ پر سونا معلوم ہوتا ہے، اور آپ کا دائمی معمول بھی یہی تھا۔ اسی بنا پر دائیں کروٹ پر سونا مستحب ہے، اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاداتِ عالیہ حکمتوں اور مصلحتوں سے قطعاً خالی نہیں ہوتے، یہ دوسری بات ہے کہ ہماری سمجھ وہاں تک رسائی حاصل کر سکے یا نہ لیکن یہ ایک ناقابلِ انکار حقیقت ہے جس کے سامنے سر تسلیم خم کرنا پڑتا ہے کہ «فِعْلُ الْحَکِیْمِ لَا یَخْلُوْ عَنِ الْحِکْمَۃِ» حکیم کی بات حکمت سے خالی نہیں ہوتی۔ اور جس کے فرائض میں «یُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ» حکمت و دانائی کی تعلیم دینا ہو اور جسے اسی مقصد کی تکمیل کے لئے مبعوث کیا گیا ہو اس کی باتیں اپنے اندر کس قدر حکمتیں اور مصلحتیں رکھتی ہوں گی۔ اس ارشاد کی مصلحتوں پر ذرا غور فرمائیے!

آدمی کا دل چونکہ سینہ کی بائیں طرف ہوتا ہے، اس لئے دائیں پہلو پہ سوتے ہوئے یہ اوپر کی طرف رہتا ہے، اور اس بنا پر انسان سخت گہری نیند کا شکار نہیں ہوتا، بلکہ چوکنا سوتا ہے، اس کے برعکس بائیں پہلو پر سونے سے دل نیچے کی جانب رہتا ہے اور اس صورت میں کافی گہری نیند آتی ہے۔ اسی بنا پر بعض اطباء نے بائیں طرف سونے کو اچھا بتایا ہے۔ کہ گہری نیند آنے سے قوتِ ہاضمہ درست رہتی ہے، لیکن بیچارے مادی حکیموں کی نظر صرف یہیں تک پرواز کر سکی جس کی بنا پر انہوں نے جھٹ پٹ اپنا فیصلہ سنا دیا اور یہ خیال نہ کیا کہ اس فائدے سے کہیں نقصان زیادہ نہ ہو، جب دل نیچے کی جانب رہے گا تو تمام بدن کا زور اس پر پڑے گا، اور بدن کا مواد اس پہ اثر انداز ہوگا، چونکہ دل اعضائے رئیسہ کا ایک اہم عضو ہے اس لئے اس پر مواد کا تھوڑا اثر بھی کئی امراض کا سبب بنے گا۔ اس طرح قوتِ ہاضمہ کو درست کرتے کرتے کئی بیماریوں کا شکار ہو جانا عقلمندی نہیں، اور جس شخص نے حضور علیہ السلام کی حکمت اور مصلحت کے خلاف فیصلہ دیا اس کا ہاضمہ تو کبھی درست ہوگا ہی نہیں، بہر کیف اگر ایک طرف معمولی طبی مصلحت ہے تو ساتھ ہی بھاری مضرت بھی ہے، جس سے بچنا زیادہ اہم ہے، علاوہ ازیں دائیں کروٹ پہ لیٹنا قبر میں لیٹنے کی یاد تازہ کرتا ہے، اور موت کو یاد کرتے رہنے کا حکم بھی ہے کہ لذتوں کے ختم کر دینے والی چیز (موت) کو یاد کرتے رہو، اور حق تو یہ ہے کہ آدمی ایسی چیز کو کیونکر بھولے جسے ہر صورت آنا بھی ہے اور آنا بھی بغیر کسی اطلاع کے ہے۔

ایک دوسری حدیث میں آتا ہے، جس کے راوی حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ ہیں۔ کہ حضور علیہ السلام جب بستر پر لیٹتے تو «اَللّٰھُمَّ بِاسْمِکَ اَمُوْتُ وَاَحْیَا» پڑھا کرتے تھے، «یا اللہ! تیرے ہی نام سے سوتا اور تیرے ہی نام سے سو کر اٹھوں گا» اس حدیث پاک میں نیند کو موت اور جاگنے کو حیات سے تعبیر کیا گیا ہے، اس لئے بھی سوتے وقت دائیں کروٹ پہ لیٹنا چاہیئے کہ سونا مرنے کا نمونہ ہے، اور جب آپ بیدار ہوتے تو یہ دعا پڑھتے، «اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَحْیَانَا بَعْدَ مَا اَمَاتَنَا وَاِلَیْہِ النُّشُوْرُ» تمام تعریف اس اللہ جل وعلا کی ہے جس نے موت کے بعد زندگی عطا فرمائی، اور اس پاک ذات کی طرف قیامت میں لوٹنا ہے،

چونکہ نیند موت کے مشابہ تھی اس لئے جاگنے کو دوبارہ زندہ ہونے سے تعبیر فرمایا، علمائے کرام نے لکھا ہے کہ سو کر اٹھنے کے بعد یہ بھی سوچے کہ اسی طرح مرنے کے بعد قیامت میں دوبارہ زندہ ہونا ہے اور حقیقت اللہ پاک نے دنیا کو آخرت کی مثال بنایا ہے، اور اس کے اندر عبرت اور غور و فکر کئے لئے ہر قسم کی چیزیں پیدا فرمائی ہیں، دنیا کی ساری زندگی ایک خواب سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتی، ایک آدمی نہایت مالدار اور خوشحال ہے، ہر قسم کی راحت کے سامان اس کے ہاں موجود ہیں، اسے کسی قسم کی کوئی تکلیف نہیں، وہ خواب میں اگر اپنے آپ کو قید میں کوڑے کھاتا ہوا دیکھے، اور اپنے آپ کو طرح طرح کی مصیبتوں میں گرفتار دیکھے، وہ عالمِ خواب کو بھی نہیں سمجھتا اور اس سے پریشان بھی ہے اور روتا بھی ہے، لیکن دفعتاً اس کی آنکھ کھل جاتی ہے وہ اپنی راحت و آسائش کے سامان دیکھ کر خواب کی پریشانی کو بھول جاتا ہے، اس خواب کی تکلیف اور پٹائی کا اسے احساس بھی نہیں رہتا، بعینہٖ ایک دیندار کا حال سمجھ لیجئے، وہ اس دنیا میں جس قدر بھی تکالیف اٹھائے وہ خواب ہیں آنکھ کھلنے کے بعد اس کو ساری راحتیں میسر ہیں، تو دنیا کے مصیبت بھرے خواب کا اس پر کیا اثر ہو سکتا ہے، اس کے بالمقابل اس شخص کی حالت زار پر غور فرمائیے کہ خواب میں ہر قسم کے آرام پا رہا ہے، مگر آنکھ کھلنے کے بعد وہ جیل خانہ میں ہے کوڑوں سے اس کی سیوا کی جا رہی ہے تو اس خواب کی راحت و لذت سے اسے کیا سود اور فائدہ؟ کیا وہ اس راحت و آرام چاٹے گا، نہیں ہر گز نہیں، ایک بامشقت سزا کا قیدی خواب میں اپنے کو ہفت اقلیم کا بادشاہ بنا ہوا دیکھے، لیکن آنکھ کھلنے کے بعد جیل کی اندھیری کوٹھری میں اپنے آپ کو ہتھکڑی یا بیڑی لگی ہوئی پائے، تو اس خواب کی بادشاہت سے اسے کیا ملا۔ اس گر کو صحابۂ کرامؓ نے سمجھا تھا، اس لئے وہ دنیا میں ہر مشقت کو لطف و لذت سے برداشت کرتے تھے، وہ سمجھتے تھے کہ یہ خواب ہے، اور اس کی حقیقت خواب سے زیادہ نہیں اگر خواب میں تکلیف ہے تو آنکھ کھلنے کے بعد جاتی رہے گی، بعض احباب شاید یہ خیال کر بیٹھیں کہ موت کے وقت تو آنکھیں کھلنے کی بجائے بند ہوتی ہیں، ان کی خدمت میں عرض ہے کہ در حقیقت آنکھیں اسی وقت کھلتی ہیں، ہمیں یوں محسوس ہوتا ہے کہ بند ہو گئی ہیں،

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سونے کے وقت مختلف دعائیں اور قرآن کریم کی مختلف سورتیں پڑھنا بھی ثابت ہے، ایک مقام پر فرمایا کہ ”جو شخص قرآن پاک کی کوئی

باقی ص۱۶ پر

بقیہ : احادیث الرّسول

لوگوں کو مغرب کی نماز پڑھاتے ۔ پھر میرے مکان میں تشریف لاتے اور دو رکعتیں پڑھتے ۔ اور ایسے ہی آپؐ صحابہؓ کو عشاء کی نماز پڑھاتے اور اس کے بعد میرے حجرہ میں تشریف لاتے اور دو رکعت پڑھتے ۔ (مسلم)

عَنْ عَائِشَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ لَایَدَعُ اَرْبَعًا قَبْلَ الظُّھْرِ، رَوَاہُ الْبُخَارِیُّ ۔

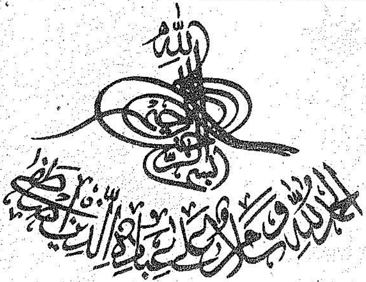
ترجمہ :۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے ۔ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ظہر سے پہلے کبھی بھی چار رکعتیں نہیں چھوڑتے تھے ۔ (بخاری نے اس روایت کو ذکر کیا ہے)

بقیہ ۔ اور توبہ قبول ہو گئی

کعب کے یہ آنسو خدا کی بارگاہ میں مقبولیت حاصل کر چکے تھے ۔ اور ان کی توبہ قبول ہو گئی تھی ۔

"کعب سر اٹھائیے، آپ کی توبہ قبول ہو چکی ہے، آنحضرتؐ صلعم پر وحی نازل ہو چکی ہے" قاصد نے کعب کو خوشخبری دی کعبؓ کو اس خبر سے اس قدر خوشی ہوئی کہ انہوں نے فوراً اپنی چادر پیغام لانے والے کو دے دی ۔ اور سیدھے مسجد نبوی کی طرف دوڑے ۔ ان کی توبہ قبول ہو گئی تھی، اور وہ اپنا سب کچھ اسلام کی خاطر نثار کر چکے تھے ۔

خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں



بچوں کا صفحہ

"اور توبہ قبول ہو گئی"

عبدالہادی، قلعہ گوجر سنگھ لاہور

جب مدینے میں قریش کے ایک صادق داعین نے رومیوں اور غسانی قبائل کی ریشہ دوانیوں کے پیشِ نظر جہاد کا اعلان کیا، تو شہادت کی حسین آرزو سے بریز سینوں نے آپؐ کی اس دعوت پر لبیک کہا۔ جن اصحاب کی زندگی کا آخری مقصد حق کی عظیم امانت کو خدا کے بندوں تک پہنچانا ہے، خدا کی راہ میں آبلہ پائیوں اور جسم فگاریوں کا یہ نیا موقع پاکر ان کے چہرے خوشی سے تمتما اُٹھے، پھولوں کی طرح کِھل گئے۔ آفاتِ سماوی اور سفر کے کٹھن مراحل نے داعیانِ حق کی راہ میں حائل ہونے کی کوشش کی، لیکن گھٹنے ٹیک دیئے۔ راہِ خدا میں جہاد کرنے والے تو اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں، کہ سچائی کا اعلان کرنا موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے بغیر کبھی ممکن نہیں ہوا۔ شدت کی گرمی کے باوجود آنحضرت صلعم خدا کے خوف سے کانپتے ہوئے بتیس ۳۵ ہزار نفوس کے ساتھ تبوک کی جانب پیشقدمی کر رہے ہیں۔

کعبؓ بن مالک نے بھی اس اعلان کو بگوشِ ہوش سنا۔ خدا کی راہ میں خاک و خون میں تڑپنے کی آرزو ان کے رگ و ریشے میں سرایت کر چکی تھی۔ اِس حسین جذبہ کے پیشِ نظر سفر کے لئے انہوں نے دو تیز رفتار اونٹنیاں بھی خرید لی تھیں۔ اور وہ اپنا سب کچھ اسلام پر نثار کر دینا چاہتے تھے۔ لیکن بر وقت ایسی غفلت طاری ہوئی کہ وہ اس خیال سے رُک گئے۔ کہ میرے پاس تیز رفتار اونٹنی ہے۔ کافروں سے برسرپیکار ہونے کے لئے میں جلد ہی وادیٔ تبوک پہنچ جاؤں گا۔ اس دوران میں ان کی توجہ پکی ہوئی کھجوروں کی طرف مبذول رہی، اور آج اور کل میں وقت گزرتا گیا۔ وقت کا یہی فاصلہ حجاب بن گیا۔ کعبؓ خدا کی راہ میں تڑپنے کی تمنا دل ہی میں لئے رہ گئے۔ جہاد میں شرکت کی سعادت سے محرومی کا انہیں بے پناہ رنج تھا۔

رسول اللہؐ نصرت خداوندی سے تبوک سے فاتح و کامران لوٹ چکے تھے۔ عذاب آخرت سے بے فکر انسانوں نے جہاد میں عدم شمولیت کے بارے میں حق گوئی سے احتراز کیا، اور دنیوی مفاد کے پیشِ نظر حیلے بہانے سے کام لیا۔ لیکن اہلِ ایمان کی حالت کچھ اور ہی ہوتی ہے۔ انہیں تو حق کی اس نازک گھاٹی میں زخم کھانے میں ہی بے پناہ لذت محسوس ہوتی ہے۔ مصائب و مشکلات ایک مومن کے ایمان کو متزلزل نہیں کر سکتے۔ کعبؓ کی حالت بھی کچھ اس سے مختلف نہ تھی۔ وہ اِس ایک بات سے بخوبی واقف تھے، کہ غلط بیانی سے کیونکر چھٹکارا ہو سکتا ہے۔ آخر خدا تعالیٰ وحی کے ذریعے آنحضرت صلعم کو حقیقتِ حال سے آگاہ کر دیں گے۔ خدا تعالیٰ۔ وحی وہ اس خیال سے کانپ اٹھے،" مجھے ہر حال میں سچ اور سچ ہی کہنا ہے"۔ کعبؓ کے دِل میں سچائی کا حسین جذبہ اُبھر آیا تھا۔

رسول اللہ مسجدِ نبوی میں تشریف فرما ہیں۔ تمام فدایانِ پیغمبر تعظیماً سر جھکائے بیٹھے ہیں۔ کعبؓ بھی نظریں نیچی کئے خاموش کھڑے ہیں۔ انہوں نے اپنے ضمیر کی آواز پر لبیک کہا تھا، اور مصائب میں گھِر جانے کے باوجود وہ حق کا اعلان کرنے آئے تھے۔ اور آخر انہوں نے وہی کیا، جو اُن کے دِل میں موجزن تھا۔ وہ اپنی بات کہہ چکے تھے، اور اب غم و آلام سہنے کی باری تھی۔ انہوں نے دل کی گہرائیوں سے اپنی کوتاہی کا اعتراف کر لیا تھا۔

"میں اِس بارے میں فیصلہ خدا تعالیٰ کے سپرد کرتا ہوں،" رسول اللہ نے فیصلہ کُن لہجے میں فرمایا۔ کعبؓ نے سچ سچ کہہ دیا تھا۔ انہیں اس کے بدلے بہت کٹھن مراحل سے گزرنا پڑا۔ وہ جب بھی مسجدِ نبوی میں آتے، اور رسولِ خدا کی طرف دیکھتے، تو آپؐ چہرۂ انور دوسری جانب کر لیتے تھے۔ یہی بات ان کے دل کو خوں کئے دیتی تھی۔ وہ بازار سے گزرتے تو دوست اور احباب نظر اٹھا کر بھی اُن کی طرف نہ دیکھتے تھے۔ گویا ہر چیز کو اُن سے وحشت ہوتی تھی۔ اور قرآن مجید کے الفاظ میں،" گویا اُن پہ زمین باوجود کشادگی کے تنگ ہو گئی تھی"۔

غم و آلام کے اس طوفان میں گھِر جانے کے باوجود اُن کے جذبۂ اطاعت میں کمی نہ آئی تھی، اور وہ رسول اللہؐ کے حکم سے اپنی بیوی کو میکے بھیج چکے تھے وہ خود فرماتے ہیں کہ اس قدر ذہنی کرب والم میں ایک بات نہایت ہی روح فرسا تھی کہ اگر میرا انتقال اِسی دوران ہو گیا، تو آنحضرت صلعم نمازِ جنازہ نہ پڑھائیں گے خدا جانے کیا انجام ہو۔ آخرت کے تصور سے وہ کانپ اٹھے۔ وہ اِسی عالم فانی میں اپنے کئے کی سزا بھگتنا چاہتے تھے۔ وہ اپنے کئے پر بے حد نادم تھے۔ اور دل کی گہرائیوں سے خدا سے معافی کے طلبگار تھے۔

ذہنی کرب والم کی اسی کیفیت میں چالیس روز گزر چکے تھے۔ اسی دوران، رئیس غسان کی جانب سے انہیں ایک خط ملا۔ "ہم نے سنا ہے کہ تمہارا آقا تم سے ناراض ہو چکا ہے۔ ہم آپ کو غسان آنے کی دعوت دیتے ہیں، اعلیٰ منصبِ امارت دیا جائے گا"۔ خط کے اس مضمون پر کعبؓ کے دل کو ٹھیس لگی، وہ چونک اٹھے۔ انہیں دنیاوی آسائشوں سے کہیں زیادہ ایمان عزیز تھا۔ اسلام تو اُن کے رگ و ریشے میں سرایت کر چکا تھا۔ کفر کی اس پیشکش کو وہ بھلا کیسے قبول کرتے انہوں نے فوراً خط جلتے تنور میں پھینک دیا، وہ کفر کی اس پیشکش کو ٹھکرا چکے تھے۔ اور صرف اُسی کی ذات پر بھروسہ کئے ہوئے تھے، جو نہایت ہی رحمان و رحیم ہے، اور دل کے گوشے میں چھپی ہوئی باتوں کو بھی جانتا ہے۔

اور آخر وقت کی جانکاہ گھڑیاں بیت گئیں۔ کعبؓ بارگاہِ صمدیت میں سجدہ ریز دل کی گہرائیوں سے معافی کے طلبگار تھے۔ وہ رو رو کر اپنی کوتاہی کا اعتراف کر رہے تھے۔ وہ اس رحیم و کریم ذات کے آگے سجدہ ریز تھے۔ جسے عاجزی اور انکساری بہت ہی پسند ہے۔ شرمندگی کے آنسو اس کی رحمت کو جوش میں لے آتے ہیں۔ اور وہ انہیں زمین پر گرنے سے پہلے اپنی آغوش میں لے لیتی ہے۔

(باقی صفحہ ۱۸ پر)

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷

The Weekly "KHUDDAMUDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

چیف ایڈیٹر عبید اللہ انور

منظور شدہ محکمہ تعلیم (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۳۲۱ مورخہ ۳ مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۳۶-۸۱ مورخہ ۲ ستمبر ۱۹۵۶ء
(۳) کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۹/۳۹-۷۶۷-۲-۹ DD مورخہ ۲۴ اگست ۱۹۶۴ء

سعودی عرب، کویت، ایران، افریقہ
ملایا، ہانگ کانگ، انگلینڈ سے
سالانہ چندہ
عام ڈاک سے ۱۸،۸۷ روپے
ہوائی ڈاک سے ۵۴،۰۰ روپے
امریکہ
عام ڈاک سے ۲۴،۰۰ روپے
ہوائی ڈاک سے ۸۳،۸۰ روپے
بیرونی ممالک کے لئے چھ ماہ سے کم میعاد کے لئے پرچہ جاری نہیں کیا جائے گا۔

ہندوستانی خریدار: خدام الدین کا چندہ بنیجر ماہنامہ الفرقان کچہری روڈ لکھنؤ کے نام ارسال فرماکر ڈاک خانہ سے جو رسید ملے وہ ہمیں ارسال فرمائیں پرچہ جاری کر دیا جائے گا۔
مینجر

فیروز سنز لمیٹڈ لاہور میں باہتمام عبید اللہ انور پرنٹر اینڈ پبلشر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع ہوا